# فذکر فان الذکریٰ تنفع المومنین

سلسلۃ الذکریٰ کا تیسرا وعظ متعلقہ آیۂ کریمہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

مسمیٰ بہ

# راحت القلوب

ملقب بہ

## ہدیۂ مرغوب

منجملہ ارشادات حضرت حکیم الامۃ عالم ربانی مولانا شاہ حافظ قاری حاجی
محمد اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم

حسب فرمائش محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں بازار

(مطبع عالم سٹیم پریس آگرہ میں باہتمام محمد قادر علیخان صوفی چھپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

وعظ اسم بامسمیٰ

# راحت القلوب

ملقب بہ

# ہدیۂ مرغوب

یوم جمعہ

بتاریخ ۳ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۳ھ

بمقام جامع مسجد قصبہ جلال آباد ضلع مظفر نگر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

د للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل
ومن یضللہ فلا ہادی لہ ونشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشہد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ
لی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔ **اما بعد** فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الا بذکر اللہ
ئن القلوب۔ یہ ایک جملہ ہے جو ایک آیت کا جزو ہے ارشاد ہے حق سبحانہ تعالیٰ نے ایک بڑی ضرورت کی چیز بتلائی ہے وہ
ی ضرورت کی چیز ہے کہ فقط دین ہی کی ضرورت کی چیز نہیں بلکہ دنیوی ضرورت کی بھی چیز ہے۔ مجھکو اس حیثیت سے
ین یہاں احکام الٰہی پہونچانے کے لئے حاضر ہوں دنیوی ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی مگر کیا کیا جاوے ہمارے
ائیوں کا مذاق ہی کچھ ایسا ہو گیا ہے کہ جب تک اُن کو دین کے ساتھ دنیا کی چاٹ نہ دی جاوے دین کی طرف
یہ ہی نہیں کرتے چنانچہ خالص دین کی طلب کو اکثر نظر تحقیر وانکار سے دیکھتے ہیں اور اگر کوئی بیچارہ ہادی محض
ت کی طرف بلاتا ہے تو اس کو بے وقوف بنایا جاتا ہے اور اعتراض کرتے ہیں کہ بس مولویوں کو تو آخرت ہی
ت یاد رہ گئی ہے دوسری قومیں دنیا میں کیا کیا ترقی کر رہی ہیں اور مسلمان ہیں کہ روز بروز گرتے ہی چلے جاتے ہیں

# بسم اللہ الرحمن الرحیم

## تمہید



بعد حمد و صلوٰۃ کے بندۂ ناکارہ و پابوس آستانۂ اشرفی احقر عزیز الحسن غفرلہ عرض کرتا ہے کہ اگرچہ مجھے بوجہ علم نہ ہونے کے وعظ قلمبند کرنے کی قابلیت نہیں ہے لیکن چونکہ ایک وعظ روح الارواح کے قلمبند کرنیکا اتفاق بوجہ اتفاقیہ نہ ہونے کسی دوسرے ضابطہ کے مجھکو ہوا تھا (جو میرا سب سے پہلا قلمبند کیا ہوا وعظ ہے اور جو چھپکر شائع بھی ہو چکا ہے) اور اسکی حضرت اقدس نے خلاف توقع تحسین فرمائی تھی اس لیے ہمت ہوئی کہ یہ ایک وعظ مسمی راحت القلوب جو اپنی نوعیت میں نہایت اعلیٰ درجہ کا وعظ ہے اور بڑی ہدیۂ ناظرین کرون بہ عرصہ سے میرے پاس قلمبند کیا ہوا رکھا تھا لیکن اُس کے صاف کرنے کی نوبت نہ آتی تھی حسن اتفاق سے آجکل عشرۂ اخیرہ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ میں بحالت اعتکاف اُسکے صاف کرنے کا موقع ملا۔ اور عید سے ایک دن پہلے مکمل ہوگیا جی چاہا کہ فوراً حضرت والا کی خدمت میں نظر اصلاحی کی غرض سے روانہ کردیا جاوے تاکہ اگلے دن پہونچکر ہدیۂ عید ہو اسی مناسبت سے راحت القلوب کا ہم قافیہ لقب ہدیۂ مرغوب اس کے لیے تجویز کیا گیا۔ امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین کے لیے بھی یہ ہدیہ مرغوب ہی ثابت ہوگا۔ اِس لقب میں یہ بھی رعایت ہے کہ احقر کا تاریخی نام مرغوب احمد ہے۔ اللہ تعالیٰ اِسکو مقبول اور نافع فرمادیں۔

حُسنِ اتفاق سے پہلے وعظ کا نام روح الارواح تھا اور اسکا نام راحت القلوب ہے ان دونوں میں جو مناسبت ہے ظاہر ہے اللہ تعالیٰ اِن دونوں کو ارواح اور قلوب کے لئے روح و ریحان بنادے آمین۔

احقر کے پاس چند اور بھی مواعظ نہایت اعلیٰ اعلیٰ درجہ کے قلمبند کئے ہوئے بصورت مسودہ رکھے ہوئے ہیں ناظرین سے دعا کی درخواست ہے اور بالخصوص حضرت اقدس سے کہ حق تعالیٰ جلد اُن سب کو بھی بحسن و خوبی اتمام کو پہونچادیں۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

احقر زمن

عزیز الحسن ڈپٹی انسپکٹر مدارس اسلامیہ قسمت میرٹھ
تاریخ ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ مطابق ۹ جولائی ۱۹۱۸ء

بلا دیتے تھے ڈانٹا بھی لیکن ایک نہ سُنی کہیں تو انھیں سے پڑھوں گا آخر عاجز ہو کر چلے گئے کہنے لگے کہ خدا اپنے لونڈے کو
کیا کھلا دیا ہے یہ تسخیر ہی ہو گیا غرض مغلوب ہو کر ہار کر چلے گئے حالانکہ وہ حافظ جی ایسے تنہا ہوتے تھے کہ اُس زمانہ میں جبکہ
مولویت کا نام بھی ہو گیا تھا اور سچ مچ کی مولویت تو اب بھی نصیب نہیں ہوتی میں ایک دفعہ سبق پڑھ گیا تھا اُنکو دیں میں کلام مجید
سنا رہا تھا متشابہ لگا حافظ جی کو جوش آ گیا بس اُٹھکر ایک زور سے دھپ دیا منہ پر۔ الحمد للہ ذرا ناگوار
نہیں ہوا۔ نیچی نگاہ کیے چپ بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر بعد حافظ جی ہاتھ جوڑ کر سامنے بیٹھ گئے کہ للہ معاف کر دو میں نے
سخت بے ادبی کی تم مولوی ہو۔ میں نے کہا حضرت یہ آپ کیا فرماتے ہیں یہ جو کچھ حاصل ہوا ہے سب آپ ہی کا طفیل
ہے آپکو ساری عمر مارنے کا حق ہو گا واقعی مجھے مطلق ناگوار نہیں گذرا لیکن حافظ جی بیچارے ایسے شرمندہ تھے کہ نگاہ نہیں
اُٹھتی تھی۔ میں نے بہت کچھ عرض و معروض کیا مگر نہیں مانے معاف ہی کرا کر چھوڑا۔ تو جناب میں نے اس پٹنے پر ایسا فخر کیا
کہ آج اپنی اس ذلت کو سب کے سامنے بیان کر رہا ہوں۔ محض یہی بات تھی کہ جس چیز کے سبب یہ سب کچھ ہوا اُس کا
شوق تھا اگر اس سے زیادہ بھی کر لیتے سب گوارا ہوتا۔ ہندی مثل بھی تو ہے کہ دودھ دیتی گائے کی لات بھی اچھی معلوم
ہوتی ہے حضرت عطار اسی کو فرماتے ہیں ع گرم گوید سرد گوید خوش بگیر۔ جس شخص کو کسی ایسی چیز کی طلب ہو گی
وہ ضروری سمجھتا ہو گا اسکو اُس کے حاصل کرنے کے لیے سب ہی کچھ گوارا ہو گا۔ بچوں کے ساتھ یہ کھیر کھانا تو جبھی تک ہے
جب تک انھیں سمجھ نہیں جب اپنا نفع نقصان سمجھنے لگے تو پھر خود پیچھے پیچھے پھرتے ہیں اسکے قبل تو کچھ لالچ
ہی دینے سے رستہ پر آ سکتا ہے جب سمجھ درست ہو گئی تو پھر ضرورت ہی کیا ہے لالچ دینے کی پھر ضابطہ کا برتاؤ ہوتا ہے
پھر ہم کیوں خوشامد کریں اور کیوں اُنکے پیچھے پیچھے پھریں انھیں کی غرض ہے وہی ہماری خوشامد کریں چنانچہ حق تعالیٰ
نے بھی قرآن مجید میں تعلیم کے اندر تدریج کا بہت اہتمام فرمایا ہے اوّل میں مضامین اور طرح کے ہیں یعنی احکام بہت ہی کم
بس تھوڑے تھوڑے اور کہیں کہیں ہیں شروع میں زیادہ تر عقیدوں کی درستی کی گئی ہے پھر آہستہ آہستہ جس قدر
سہار ہوتی گئی احکام نازل ہوتے گئے۔ جیسے اوّل بچہ کو دودھ دیتے ہیں پھر کچھ دن بعد جب معدہ میں قوت آ چلی تو
کچھ حلوا دینے لگے پھر کچھ روز روٹی چور کر کھلائی اتنے میں دانت نکل آئے اور کچھ چلنے لگا ایک آدھ ریشہ بوٹی کا بھی
دینا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ خوب گوشت روٹی پلاؤ زردے سب ہی کچھ کھانے لگا پھر تو ماشاء اللہ یہ حالت ہو گئی
کہ جو کچھ بھی اور جتنا کچھ بھی کھا لیا بس بیٹھے بیٹھے سب ہضم اگر اوّل ہی بچہ کو حلوا اور گوشت روٹی کھلا دی جاتی
تو بیچارے کے اُسی روز کے امعاء پھٹ جائیں اور کیا ہو گا اسی طرح حق تعالیٰ نے تعلیم میں یہ تدریج اختیار فرمائی ہے جیسا
مذاق مکلّف کا دیکھا ویسی ہی اسکو ترغیب دی ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے جا بجا جہاں ثمرات آخرت کا ذکر فرمایا ہے وہاں طاعات
پر جو دنیاوی ثمرات مرتب ہوتے ہیں اُن کو بھی بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ
مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ الآیۃ یعنی اگر یہ لوگ احکام کا پورا اتباع کرتے تو اُنکو اوپر سے بھی کھانے کو

لیکن ان مولویوں کو اس سے کچھ بحث نہیں انھوں نے تو بس ایک آخرت ہی یاد کرلی ہے۔ یہ تو خوش عقیدوں کا حال
ہے ورنہ بہت سی جماعتیں مسلمانوں میں ایسے لوگوں کی بھی پیدا ہو چلی ہیں جو صاف لفظوں میں کہتے ہیں کہ ہمیں
آخرت ہی میں شک ہے اور پھر بھی اپنے کو مسلمان کہتے ہیں معلوم نہیں اسلام کیا چیز ہے کہ کفر بھی اسکی ایک فرد
ہے خیر اُن کا تو ذکر ہی نہیں کیونکہ عام لوگ بھی انھیں مسلمان نہیں سمجھتے لیکن اُن کی بھی جو آخرت کے قائل ہیں یہ
حالت ہے کہ آخرت اور امور آخرت کو گو اعتقاد کے درجہ میں حقیقت نہیں سمجھتے لیکن معاملہ کے درجہ میں ضروریات
سمجھتے ہیں یعنی جو وقعت اور اہتمام دنیا کا ہے آخرت کا نہیں اس قدر تو کیا معنی اُس کا دسواں حصہ بھی
نہیں پھر غضب یہ ہے کہ اس عدم اہتمام کا کچھ غم بھی نہیں اگر اس حالت پر تاسف ہی ہوتا اپنی کوتاہی کا احساس ہی
ہوتا اسکی تمنا ہوتی کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ طلب آخرت پیدا ہو جاوے تو خیر غنیمت تھا کبھی اہتمام کی بھی نوبت آجاتی لیکن
افسوس تو یہ ہے کہ آخرت سے بھی بےفکری اور اُسکے فکر سے بھی بےفکری۔ اس پر بھی افسوس نہیں کہ ہم لوگوں کی ذکر نہیں خود پابند آخرت
کی تعلیم پر بھی اعتراض کرتے ہیں اور اسکی ذرا وقعت نہیں ہوتی کہتے ہیں کہ مولویوں نے تو آخرت ہی آخرت یاد کرلی ہے بچوں کو
آخرت کی تعلیم دینے کے یہ معنی سمجھتے ہیں کہ وہ بچہ دنیا سے بالکل ہی بیکار ہو جاویگا ایک یہ بڑی غلطی ہو گئی ہے ہمیں کہ آخرت کے
متعلق یہ خیال جم گیا ہے کہ اس میں لگ کر آدمی دنیا سے بالکل بیکار ہو جاتا ہے بخلاف دنیا کے کہ اسکی طلب میں ذرا بھی
پڑو اور اس مشغولی میں دین سے جو کچھ غفلت ہو جاتی ہے لیکن دماغ میں یہ خیال نہیں ہوتا کہ اس میں پڑ کر آدمی دین
سے بالکل بیکار ہو جاتا ہے غرض دنیا کو ہم لوگوں نے ایسا قبلہ توجہ بنا رکھا ہے کہ مصلح کو اسکی ضرورت ہوتی ہے کہ جب آخرت
کی ترغیب دیجاوے تو انھیں دنیا کا بھی نفع بتلایا جاوے اور جب اعمال کے فضائل بیان کئے جاویں تو انمیں دنیاوی منافع بھی دکھلائے
جاویں کہ دنیا ہی کی لالچ میں آخرت کی طرف توجہ ہو جاوے جیسے بچے کو انھیں پہلے پہل جب گلستان بوستان پڑھاتے ہیں انکو چاٹ مٹھائی
کی دیجاتی ہے شروع میں سبق پڑھتے ہیں مٹھائی کے لالچ میں لیکن جب پڑھتے پڑھتے ایک ذوق علم کا پیدا ہو جاوےگا تب ہی
کہینگے کہ ہمارے کپڑے اُتار لو ہم ہمیں سے مٹھائی لیلو لیکن سبق پڑھا دو ایک وہ دن تھا کہ مٹھائی کے لالچ سے پڑھتا تھا آج
وہ نوبت ہے کہ جب کتاب کا سبق ہوتا ہے تو نہایت شوق سے پڑھتا ہے اور اُستاد سے منتیں کرتا ہے کہ للہ میری طرف
توجہ کیجئے کہیں راضی کرنیکے لیئے مٹھائی پیش کرتا ہے کہیں طرح طرح کی خوشامدیں کرتا ہے کبھی استاد اس پر ناخوش بھی ہوتا ہے
لیکن ذرا ناگوار نہیں ہوتا بلکہ جسقدر اپنے معلم کو دیکھے کہ مارتا ہے جھڑکتا ہے خوش ہوتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے بہت توجہ ہے
وہ اسکو علامت توجہ کی قرار دیکر اور اُلٹی مٹھائی پیش کرتا ہے۔ دیکھئے یہ وہی بچہ ہے کہ جو مٹھائی لیکے اسکو مشکل پڑھتا
تھا۔ آج وہ دن ہے کہ خود مٹھائی دیکر پڑھ رہا ہے۔ بات یہ ہے کہ اب اسکو علم کا چسکا لگ گیا ہے اب اپنے بچپن کی حکایت
یاد آئی میرے حفظ کا ذکر ہے والد صاحب نے میرے اُستاد کو جن سے میں قرآن شریف یاد کرتا تھا علیحدہ کرنا چاہا ہمیں حفظ کا
شوق ہوگیا تھا نہایت شاق گذرا بس شور و واویلا کرنا شروع کردیا ہرچند والد صاحب نے سمجھایا کہ دوسرا حافظ جی

ذرا توجہ کرے تو ہر شخص اسکی ضرورت کو سمجھ سکتا ہے کیونکہ جو چیز دنیا اور آخرت دونوں کے کام کی ہو ظاہر ہے کہ وہ بہت ہی ضرورت کی چیز ہے۔ خیر آخرت کو ابھی رہنے دیجئے دنیا ہی کے نفع کو دیکھئے اسی سے شاید آخرت کی رغبت ہو جاوے حالانکہ آخرت اور دنیا میں مسلمان کو ایسا علاقہ رکھنا چاہیئے تھا کہ اگر کسی چیز میں دنیا کا نفع بتلایا جاتا تو جب تک آخرت کا نفع نہ معلوم ہو جاتا مسلمان کو اس کی طرف رخ بھی نکرنا چاہیئے تھا۔ اگر دنیا کے نفع کی چیز کی طالب حق کو رغبت دلائی جاتی تو وہ یہ سوال کرتا کہ اسمیں کچھ دین کا بھی فائدہ ہے اور اگر دین کا فائدہ کچھ نہ بتلایا جاتا تو وہ یہ کہتا کہ جب دین ہی کا نفع نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں اور اس طرف توجہ بھی نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر کسی کام میں یہ کہا جاتا کہ اسمیں دین کا فائدہ تو ہے لیکن دنیا کا نفع کچھ بھی نہیں تو طالب حق کی یہ شان تھی کہ فوراً اسکی زبان سے نکلتا کہ خیر بھائی دین کا فائدہ چاہیئے دنیا کا نفع نہیں ہے نہ سہی اور بے تامل اس کام کو کر لیتا۔ اب معاملہ بالکل برعکس ہو رہا ہے یہاں تک نوبت ہو چکی ہے کہ آج اگر ہم آخرت کی تعلیم کے لیئے کھڑے ہوتے ہیں اور اعمال آخرت کی ترغیب دیتے ہیں تو ہم سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیوں صاحب کچھ دنیا کا بھی نفع ہوگا۔ اب اسکے جواب کی فکر ہوتی ہے۔ واللہ مجھے تو بہت ہی شرم آتی ہے کہ اعمال آخرت میں دنیاوی منافع بیان کروں لیکن کیا کروں مذاق ہی بگڑ گیا ہے۔ ہمارے ایک عزیز تھے سب اسکے بر نہ نماز نہ روزہ۔ انکی بیوی بیچاری بڑی نیکبخت اور نمازی تھی۔ اس نے جو اپنے میاں سے نماز پڑھنے کے لئے کہا تو آپ کیا فرماتے ہیں کہ تو اتنے دن سے نماز پڑھتی ہے تجھے کیا وصول ہوا جو مجھی کو وصول ہوگا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ وہ وصول ہونا اسے سمجھتے تھے جیسا کہ ایک صاحب کو وصول ہوتا تھا۔ کوئی عہدہ دار تھے بڑے وظیفی ایک بزرگ سے بیعت تھے اُن کے یہاں بالائی آمدنی کا خوب بازار گرم رہتا تھا جس کا مبارک نام رشوت ہے بالائی آمدنی دست غیب اُسکے آداب و القاب ہیں۔ دست غیب تو کیا ہوتا دست عیب کہیئے۔ طلوع صبح صادق سے طلوع آفتاب تک گویا مابین الطلوعین اسکا وقت مقرر تھا صبح کی نماز پڑھکر مصلے پر بیٹھکر ادھر انھوں نے وظیفہ شروع کیا ادھر روپیہ کا مینھ برسنا شروع ہو گیا۔ موٹے موٹے دانوں کی تسبیح کھٹ کھٹ کر رہے ہیں اور خادم لوگوں کو لا لا کر پیش کر رہا ہے اشاروں سے سب معاملات طے ہوتے ہیں کیونکہ اگر بول پڑیں تو وظیفہ خراب ہو جاوے۔ رشوت سے تو وظیفہ نہ بگڑا اور بولنے سے بگڑتا ہے انگلیوں کے اشاروں سے بتلاتے تھے کہ دو سو یا تین سو یا کسقدر مگر بولتے نہیں تھے کیونکہ اگر بول اٹھیں تو وظیفہ نہ بگڑ جائے۔ بعضوں کا تقویٰ کلابی ہوتا ہے یعنی کتے کا سا تقویٰ کہ منہ کو تو نجاست سے بچاتا نہیں مگر پیشاب جب کریگا تو ٹانگ اٹھا کر کہیں چھینٹے نہ پڑ جاویں۔ بیچارہ بہت ہی محتاط اور متقی ہے ٹانگ کی تو اتنی حفاظت کہ پیشاب کے چھینٹے بھی نہ پڑنے پاویں اور منہ سے گوہ کھاتا ہے۔ تو بعضوں کے تقویٰ کی یہی حالت ہوتی ہے چنانچہ اُن صاحب کا بھی ایسا ہی تقویٰ تھا کہ رشوت سے تو وظیفہ نہ بگڑتا تھا لیکن بولنے سے بگڑتا تھا اس لیئے اشاروں سے معاملے طے کیئے جاتے تھے اہل مقدمہ آیا سلام کیا کہا حاضر لایا ہوں زبان سے بول نہیں سکتے مصلی

ملتا اور نیچے سے بھی کھانیکو ملتا یعنی اوپر سے بارش نیچے سے پیداوار - تو دیکھئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کھانے پینے کیلئے نہیں ہے کھانا تو کافروں کو بھی ملتا ہے بلکہ بہائم کو بھی اور وہ بھی کسیقدر بلا مشقت مگر پھر بھی کیوں ذکر فرمایا اسی واسطے کہ پھر کوئی کھانے پینے کا لالچی اسی طرح آجاوے اس طرف - دیکھئے ارشاد خداوندی سے معلوم ہوا اعمال آخرت کے اندر دنیاوی منافع بھی ہیں - اسی طرح معاصی کے اندر دنیا کی مضرت بھی ہوتی ہے جیساکہ حدیث وارد ہے اِنَّ العَبْدَ لَیُحْرَمُ الرِّزْقَ بِخَطِیْئَۃٍ یَعْمَلُہَا - دیکھئے بسبب گناہ کے رزق کا کھانا بھی ہوجاتا ہے اس سے تمام چیزیں بھری ہوئی ہیں - اسکی تفصیل بقدر ضرورت میرے رسالہ جزاء الاعمال میں ملیگی اس میں یہ کھلادیا گیا ہے کہ طاعات میں دنیا کے کیا کیا نفع ہیں اور معاصی میں دنیا کی کیا کیا مضرت ہے اسکے لکھنے سے میری یہی غرض تھی کہ لوگ دنیا ہی کے نفع نقصان کو سوچکر دین کی طرف متوجہ ہوجائیں - اسی طور پر حق تعالیٰ نے یہاں بھی ایک چیز بتلائی ہے جو دنیا کے نفع کی بھی ہے اور دین کے نفع کی بھی ظاہر بات ہے کہ جو دین اور دنیا دونوں کے نفع کی ہو وہ بڑی ہی ضرورت اور کام کی چیز ہوگی - فرماتے ہیں اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ - یاد رکھو سمجھ رکھو (یہ مدلول ہے کلمہ الا کا) حصر کے ساتھ فرماتے ہیں (یہ مدلول ہے تقدیم معمول کا) کہ خدا ہی کی یاد کے ساتھ دلوں کو چین ملتا ہے فقط ایک چیز ہے جس سے دلوں کو چین ملتا ہے تمام عالم میں چراغ لیکر ڈھونڈھو کوئی دوسری چیز نہ ملیگی کیونکہ ظاہر حصر سے حقیقی ہی ہے (اسکے بعد حصر حقیقی اور حصر اضافی کی نفیس بحث تھی) اور اصل حصر میں حقیقی ہی ہوتا ہے بلا ضرورت دلیل اضافی مراد نہیں لیا جاتا اور یہاں حصر کے اضافی ہونیکی کوئی دلیل ہے نہیں نیز اور کسی چیز کا موجب اطمینان ہونا بھی ثابت نہیں جیساکہ عنقریب واضح ہوجاویگا سبب مشاہدہ ہے حصر کے حقیقی ہونیکا پھر اضافی کیونکر ہوا - غرض یہاں کوئی دلیل نہیں کہ عدول کیاجاوے حصر کے حقیقی ہونے سے کوئی دلیل نہیں اور مشاہدہ بھی اسکا موید تو اسکو حقیقی ہی کہاجاویگا لہذا خدا کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ سوائے اسکے یاد کے چین کی کوئی چیز ہے ہی نہیں - قرار اور سکون اگر ملتا ہے تو خدا ہی کی یاد سے - اسکے بیان فرمانے میں بہت اہتمام فرمایا ہے چنانچہ الا سے کلام شروع کیا یعنی دیکھو ہوشیار ہوکر سن لو اور سمجھ لو یاد کر رکھو خدا ہی کی یاد ایک ایسی چیز ہے جس سے قلوب کو چین ملتا ہے دنیا بھر میں کوئی اور چیز ایسی نہیں جو قلب کو راحت پہونچا سکے - واقعی بہت بڑا دعویٰ ہے کہ یہی وہ چیز ہے جس میں قلوب کا چین منحصر ہے - اس ترجمہ سے مقصود آج کے بیان کا معلوم ہوگیا ہوگا - غرض حصر کے ساتھ فرماتے ہیں اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ کہ سوائے یاد خدا کے کسی چیز میں قلوب کا چین نہیں - اور ہر چند کہ ترجمہ سے تو مقصود ترغیب ہی ہے ذکر کی لیکن قرینہ مقام سے خود ترغیب سے مقصود اس کا امر کرنا اور اس کا ضروری بتلانا ہے اس بناء پر اسکے متعلق میرے ذمہ دو باتیں ثابت کرنا ہیں - ایک تو یہ کہ ذکر اللہ ضروری چیز ہے - دوسری یہ کہ اس کے سوائے اور کوئی چیز ایسی نہیں جس میں قلوب کو چین حاصل ہوسکے اول جزو ضروری ہوتا ہے سو ضرورت اسکی بالکل ظاہر ہے کیونکہ یہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اسمیں دنیا کا بھی نفع ہے اور دین کا بھی نفع ہے پھر اس سے زیادہ کیا ضرورت کی چیز ہوگی

عمر جس گھر مین گذارنی ہے اُسکے سامان کو اس چند روزہ سرائے دُنیا پر نثار کرتے ہین اسی طرح سے کہ اگر کسی نے مکان نہیر
کرایا تو حلال حرام کی مطلق پرواہ کی - ایمان بھی گھر مین لگا دیا دین بھی سامان بہم پہونچانے مین صرف کر دیا - نماز بھی
اسکی نذر کر دی غرض بالکل ایسی مثال ہے کہ گھر کی ساری ریاست کو مظفر نگر کی سرائے مین لگا دیا - دوسرے تیسرے روز
سرائے کے بھٹیارہ نے کان پکڑ کر باہر نکال دیا - اور پھر اپنے کو سمجھتے ہین کہ بڑے عاقل ہین - اتنا بڑا مکان ہوا ڈالا - اور اگر کوئی
مولوی اسکی برائیان بیان کرتا ہے تو اسکا نام زاہد خشک رکھا جاتا ہے اور ایسے مولویون کو نئے تمازی - اہ بوت کی
پلین نکمے - اپاہج ضرورت زمانہ سے ناواقف - بیوقوف - بدتہذیب نہ معلوم کیا کیا لقب دیئے جاتے ہین - کہتے
ہین کہ یہ لوگ کسی کام کے نہین ایک صاحب نے مجھے لکھا تھا کہ مسلمانون نے پانی سے صرف یہی کام لیا کہ وضو کر لیا
غسل طہارت کر لی - نہ بھاپ نکال کر مشینین چلائین - انجن ایجاد کئے اُنسے خدا تعالیٰ کے یہان بازپرس ہوگی - تو صاحب
خدا تعالیٰ اسپر بھی مواخذہ کرینگے کہ کیون کیون نہین جاری کی تھین توبھون نے اس سے کام لیا انھون نے خدا کی مرضی کو سمجھا
مسلمانون نے کچھ بھی نہین سمجھا - خدا کی پناہ نعوذ باللہ یہان تک مذاق بگڑ گیا ہے کہ دُنیا ہی کی ضرورت کو ضرورت سمجھتے
ہین چنانچہ اعمال آخرت مین بھی یہ پوچھتے ہین کہ دنیا کا بھی نفع ہے یا نہین جیسے بین نے ابھی سب انسپکٹر کی حکایت
بیان کی کیسی کایا پلٹ ہو گئی ہے حالانکہ مسلمان کی شان یہ ہونی چاہیئے تھی کہ اگر اُنکو کسی چیز مین دُنیا کے نفع کی
ترغیب دیجاتی کہ بھائی اسمین دُنیا کا یہ نفع ہے فلانی غذا یا فلانی دوا ایسی طاقت بخش ہوتی ہے تو وہ فوراً سوال کرتا کہ
طاقت حاصل کر کے مجھے کیا کرنا ہے یہ بتلاؤ کہ کچھ دین کا بھی بھلا ہوگا اور جب اُس کو یہ بتلا دیا جاتا کہ طاقت حاصل
ہوگی تو عبادت کی قوت ہوگی پہلے سے زیادہ عبادت ہو سکیگی تب راضی ہوتا کہ اگر یہ بات ہے تو لاؤ کھا لونگا - آج یہ
سوال ہوتا ہے کہ نماز روزہ کرنے مین کچھ ٹکے بھی ملین گے چنانچہ دُنیا حاصل ہونیکے وظیفے اگر بتلائے جاتے ہین تو بہت
شوق سے اُنکو کیا جاتا ہے کیونکہ اُن مین یہ امید ہے کہ ٹکے بھی ملین گے مجھ سے تو اگر کوئی بے نمازی دنیا کا وظیفہ
پوچھتا ہے تو مین ایسا وظیفہ تجویز کر دیتا ہون کہ جسمین پانچون نمازون کے بعد پڑھنے کی قید ہو تاکہ اسی بہانہ سے
نماز کی پابندی نصیب ہو جاوے اور دنیا ہی کے قصہ آخرت کی طرف توجہ ہو جاوے - اسی طرح یہان بھی ایسی چیز
حق تعالیٰ نے بتلائی ہے جسمین دین اور دنیا دونون کا نفع ہے وہ چیز ذکر اللہ ہے - اب یہ دیکھنا ہے کہ آیا اس کی
ضرورت ہے یا نہین دین کی حیثیت سے اس کا ضروری ہونا تو ظاہر ہے دیکھنا یہ ہے کہ دُنیا کے اعتبار سے بھی ضروری
ہے یا نہین دوسری بات یہ دیکھنی ہے کہ یہ ضرورت کسی اور چیز سے بھی حاصل ہو سکتی ہے یا نہین اسکا ضروری ہونا
تو یون ظاہر ہے کہ ہر شخص کسی نہ کسی چیز کا طالب ہے اور غور کر کے دیکھا جائے تو سب لوگ اپنی اپنی طلب مین جو
مختلف ہین معنیٰ مختلف نہین - دیکھئے ایک شخص اولاد کا طالب ہے وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح مین صاحب اولاد ہو جاؤن
دوسرا کسی بڑے عہدہ کا طالب ہے وہ اس دُھن مین ہے کہ کسی صورت سے مین ڈپٹی کلکٹر ہو جاؤن یا جج ہو جاؤن تیسرا

اٹھا دیا لے نیچے رکھ دو۔ پچاس ساٹھ جیسی قسمت ہوئی۔ یہ بھی نماز پڑھا اور وہ سب انسپکٹر بھی ایسی ہی نماز جانتے تھے بیوی سے پوچھتے ہیں کہ تمھاری بھی ایسی ہی نماز ہے یا خالی ٹکریں ہی ہیں۔ ایسی نماز سے سوائے اسکے کہ گھربار کے کاروبار کا حرج ہو، اور کیا حاصل ہوا۔ یہی ہمارے بھائیوں کا حال ہے کہ جب دین کی رغبت دیجاتی ہے تو پوچھتے ہیں کہ دنیا بھی ملیگی۔ میں دنیا کی تحصیل سے منع نہیں کرتا لیکن یہ بھی تو دیکھنا چاہیئے کہ مقصود اصلی کیا چیز ہے۔ کیوں جناب میں کہتا ہوں ہر شے اپنے مرتبہ پر ہونی چاہیئے۔ یہ مسئلہ تمام عقلا کا مسلمہ ہے۔ جب یہ ہے تو دنیا اور آخرت میں بھی فرق مراتب ضروری ہے۔ دونوں کو اپنے مرتبہ پر رکھو۔ دیکھئے ایک چیز تو ایسی ہو جو صرف دس دن کام آوے اور دوسری چیز ایسی ہو جس کی ہمیشہ ضرورت پڑے تو کیا دونوں کو ایک ہی مرتبہ پر رکھوگے۔ ہرگز نہیں۔ ایک تو مستقل رہنے کا مکان ہوتا ہے اور ایک سرائے ہوتی ہے کیا دونوں کے ساتھ ایک ہی سا معاملہ ہوتا ہے۔ مظفر نگر میں مقدمہ ہے یا کچھ اور کام ہے تو سرائے میں تین چار دن کیلئے قیام کرتے ہیں اگر وہاں کی چارپائی کی پٹی ٹوٹی ہوئی ہو تو بدلوا لینگے لیکن یہ نہ دیکھیں گے کہ سال ہی کی ہو اور نہ ابھی کی بنی ہو اور چارپائی کا بان بھی باریک ہو اسکی بناوٹ میں پھول بھی پڑے ہوئے ہوں بہت سے بہت یہ ہوگا کہ ضرورت سے گذر کر آسائش پر بھی نظر کر لینگے کہ ذرا کسی ہوئی ہو قبر سی نہ ہو غرض ضرورت پر نظر ہوگی زینت پر نہ ہوگی کیونکہ تین دن کا گھر ہے۔ اپنا وطن ہے۔ وہاں مکان بناتے ہیں تو تیس چالیس پچاس ہزار روپیہ صرف کرتے ہیں۔ نہایت عالیشان عمارت ہوتی ہے انہیں زینت بھی تجمل بھی سبھی کچھ ہوتا ہے اگر کوئی مظفر نگر کی سرائے میں اپنے وطن کے مکان کا سارا ساز و سامان لا کر لگالے اور سرائے کو سجا دے تو کیا نتیجہ ہوگا اگلے دن سرائے کا نوکر اسکو نکال باہر کریگا اور تمام جہان اسکو احمق کہیگا کہ دیکھو اپنے اصلی گھر کے سامان کو چند روزہ سرائے کی نذر کر دیا۔ اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ ہمارا اصلی گھر کونسا ہے ظاہر ہے کہ آخرت ہی ہمارا اصلی گھر ہے۔ اگر آخرت پر عقیدہ نہ ہو تب بھی موت کا تو انکار ہی نہیں ہو سکتا۔ دیکھئے بعض فرقوں نے خدا کا بھی انکار کیا لیکن موت کا سبکو قائل ہونا پڑا اور وہ بھی اختیاری نہیں کسی کو خبر نہیں کہ کب موت آجاوے اور طوعاً و کرہاً دنیا کو چھوڑنا پڑے۔ موت ایسی زبردست چیز ہے کہ اس کا سب کو قائل ہونا پڑا ہے اور بالخصوص مسلمان کہ وہ تو موت کے بعد آخرت کی زندگی کے بھی قائل ہیں جو یقینی پیش آنے والی ہے اور وہ زندگی طویل بھی اتنی ہے کہ اسکا کبھی خاتمہ ہی نہیں۔ بس وہیں کی زندگی اصلی زندگی ہے اور وہی ہمارا اصلی گھر ہے۔ اسکا سامان ہمارے اعمال ہماری عبادتیں ہماری طاعات ہیں انکو ہم عارضی گھر یعنی دنیا جو وہاں کے مقابلہ میں سرائے سے بھی بدرجہا کم ہے اسکے نذر کر رہے ہیں اور ہم نے جو کم کہا وہ اس لیئے کہ فرض کیجئے اگر کم پر پچاس برس عمر ہوئی تو سرائے کے چار دن کو پچاس برس کے ساتھ کچھ تو نسبت ہے لاکھوں کروڑ واں کوئی تو حصہ ہوا آخر دونوں متناہی ہیں۔ برخلاف اس کے دنیا اور آخرت میں وہ بھی تو نسبت نہیں۔ بہت سے بہت دنیا کی عمر سو برس۔ آخرت کی ہزار کروڑ سنکھ مہاسنکھ۔ جتنا بھی گن سکیں گنئے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ وہاں کی عمر ہے اتنی بڑی

اہل دین بھی اُسی کے طالب ہین چنانچہ آخرت کی راحت کا مقصود ہونا ظاہر ہے۔ خلاصہ اس تمام تقریر کا یہ ہوا کہ
ہر شخص کو بالذات راحت و چین ہی مقصود ہے گو بظاہر ہر شخص ایک مختلف چیز کا طالب نظر آتا ہو جسکا اختلاف یہانتک ہے
کہ بعض دفعہ ایک شخص ایک چیز کا طالب ہوتا ہے اور دوسرا طالب ہوتا ہے اُسی چیز کے عدم کا کیونکہ دنیا مین ہر طرح کے لوگ موجود
ہین آزاد بھی ہین پابند بھی بعض لوگ تو ایسے ہین کہ انکو کہین سے مثلاً بیس ہزار روپئے ملجاوین تو وہ زندہ ہوجاوین اور
مارے خوشی کے پھولے نہ سماوین۔ برخلاف اسکے دوسرے کو اگر اتنا روپیہ ایکساتھ ملجاوے تو اُسے تو سوچ لگے کہ جنت کا اتنے
سارے روپیہ کو آخر کرونگا مین کیا یہ کہانسے بکھیڑا پیچھے لگ گیا تو بظاہر ایک شخص بیس ہزار کا طالب ہے دوسرا طالب نہین بلکہ
اُسکے عدم کا طالب ہے لیکن حقیقت مین نہ وہ طالب ہے زر کا نہ یہ بے زری کا۔ دونون راحت کے طالب ہین اُسے راحت
زر مین اسے راحت ہے بے زری مین۔ اسی طرح ایک شخص تو ایسا ہے کہ آنریری مجسٹریٹی اُسکے سر منڈھی جاتی ہے لیکن وہ
کہتا ہے کہ خدا کیلئے ہمین معاف رکھو ہم نہین چاہتے آپکی آنریری مجسٹریٹی۔ وہ سُنتے ہی کانون پر ہاتھ رکھتا ہے کہ بندہ
مجھے معافی دیجیے مین پھنس گیا اپنے سر نہین لینا چاہتا۔ دوسرا کوشش کرکے اُسکو حاصل کرتا ہے اور حکام کی خوشامدین کرتا پھرتا ہے
کہ کسیطرح یہ عہدہ مجھے ملجاوے۔ بظاہر دونون متضاد چیزون کے طالب معلوم ہوتے ہین لیکن درحقیقت دونون ایک چیز
کے طالب ہین یعنی دونون راحت کے طالب ہین۔ اُس نے دیکھا کہ راحت اسی مین ہے کہ اس بکھیڑے سے الگ
رہون کہان کی مصیبت ہے خواہ مخواہ اپنا چین بھی کیون کھوؤن۔ دوسرا اسمین راحت سمجھتا ہے کہ مجسٹریٹی ملجاویگی تو
خوب تماشہ مخلوق کا دیکھنے کو ملا کریگا۔ طرح طرح کے مقدمے۔ قسم قسم کے معاملات۔ ایک کو اسمین راحت ہے کہ تماشہ
مخلوق کا دیکھے۔ ایک کو اسمین راحت ہے کہ کسی کا تماشہ نہ دیکھے۔ حکام نے ایک مسلمان رئیس کو نظر بند کرنا چاہا
اُس سے پوچھا کہ تم کہان رہنا چاہتے ہو اُس رئیس نے کہا کہ مین مکہ مین رہنا چاہتا ہون چنانچہ اُسکو مکہ مین نظر بند کردیا گیا
وہان وہ رئیس کیفیت حج کے موسم مین سڑک پر کھڑے ہوکر عورتون اور امردونکو دیکھا کرتا ایک تو یہ حضرت تھے اور ایک
وہ شخص ہے جو عورتون اور امردون سے بچنے کے لیے بستی کو چھوڑ کر جنگل مین رہنا اختیار کرتا ہے ؎

| | |
|---|---|
| بزرگے دیدم اندر کوہسارے | نشستہ از جہان در کنج غارے |
| چرا گفتم بشہر اندر نیائی | ....... ایک مصرع یاد نہین آتا |
| بگفت آنجا پریرویان نغز اند | چو گِل بسیار شد پیلان بلغزند |

[illegible] مین راحت [illegible]
کہ راستے کس کی صحیح ہے اسکی اسوقت گفتگو نہین مین ابھی یہ ثابت کررہا ہون کہ ہر شخص دراصل راحت کا طالب ہے
اور سچے خلفاء کہ خلافت سے گھبراتے تھے بعضے سلطنت کے لیے لڑتے ہین کسی نے سلطنت حاصل کرنیکے لیے باپ کو
مار ڈالا کسی نے بھائی کو قتل کردیا۔ انکو اسمین [illegible] انکو اسمین [illegible] گو ایک کی خیالی ہی ہو۔ تو سنیے ایک بزرگ نے ہمین

ترقی کا طالب ہے وہ اس فکر میں ہے کہ کوئی ایسی تدبیر ہو کہ دو چار گاؤں ہاتھ آجاویں اور رئیس اعظم ہو جاؤں ۔
ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ میرا یہ مکان بڑا عالیشان ہو جاوے ۔ ایک شخص ہے کہ وہ رات دن اسی کوشش میں ہے کہ میری حکام
میں وقعت ہو جاوے ۔ آنریری مجسٹریٹ ہو جاؤں ۔ درباروں میں کرسی ملنے لگے غرض دنیا ہی کے مقاصد کو دیکھ
لیجئے کہ ان میں کسقدر اختلاف ہے کوئی کسی چیز کا طالب ہے کوئی کسی چیز کا اور ہر شخص دوسرے کے مقصد کو بے وقعتی کی نگاہ
سے دیکھتا ہے کہ یہ بھی کوئی طلب کرنے کی چیز ہے تو بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص ایک جدا چیز کا طالب ہے لیکن
یہ بات نہیں بلکہ ان مقاصد کے محض نام مختلف ہیں معنی مختلف نہیں ۔ غور کرکے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ جملہ مقاصد
صورۃً مختلف ہیں معنیً ان میں کوئی اختلاف نہیں درحقیقت یہ سب ایک ہی چیز کے طالب ہیں ۔ وہ چیز کیا ہے
اُسکا نام ہے چین ہر شخص بس چین کا طالب ہے جو شخص بیقرار ہے اولاد کے لئے وہ سمجھتا ہے کہ اولاد ہو جاویگی تو
میرے قلب کو چین ہو جاویگا ۔ جو ترقی کا طالب ہے وہ خیال کرتا ہے کہ میرے پاس دس گاؤں ہو جاوینگے تو مجھے
چین ہو جاویگا غرض جو شخص جس چیز کا طالب ہے اسی لئے کہ اسکے ملجانے پر اسکے قلب کو سکون اور راحت ہو جاویگی
خلاصہ یہ کہ چین اور راحت ہی کے سب طالب ہیں لیکن اس راحت کے حصول کے سامان اور ذرائع ہر شخص نے
اپنے زعم کے موافق مختلف تجویز کر رکھے ہیں ۔ ان کا اختلاف محض نام کا اختلاف ہے ؎

اختلافِ خلق از نام اوفتاد ۔۔۔ چون بمعنی رفت آرام اوفتاد

حضرت مولانا رومی نے اس اختلاف کی عجیب مثال دی ہے کہ ایک سفر میں چار شخص کہیں رفیق ہو گئے تھے
چاروں مختلف ملکوں کے رہنے والے ۔ ایک ترکی ۔ ایک فارسی ایک عرب اور ایک رومی کسی نے ایک درم
جو چوانی کے برابر ہوتا ہے سب کی خدمت میں پیش کیا ۔ سب کا انگور کھانے کو جی چاہا لیکن لغت مختلف ہونے سے عربی بولا
میں تو اس درم کا عنب لونگا فارسی نے کہا کہ نہیں میں تو انگور لونگا ۔ رومی نے کہا کہ میں استافیل لونگا ۔ رومی زبان میں
انگور کو استافیل کہتے ہیں جو تھے نے اور کچھ کہا جو یاد نہیں ۔ ترکی زبان میں انگور کو جو کچھ کہتے ہوں غرض آپس میں جھگڑا
ہونے لگا ۔ ایک شخص آیا جو سب کی باتیں سمجھتا تھا اسنے کہا کہ اچھا صبر کرو میں اسی درم میں تم سب کی چیزیں خرید
لاؤنگا ۔ چنانچہ وہ درم لیکر بازار سے انگور خرید لایا ۔ عربی سے کہا کہ لو یہ عنب ہے یا نہیں ترکی سے کہا اُزم ۔ فارسی سے کہا
کہ لو یہ ہے انگور یا نہیں اسنے کہا ہاں ہے ٹھیک ہے بیشک ۔ اسی طرح سب نے اقرار کیا ۔ انگور ہی سب کا مقصود تھا
لیکن لغت کے اختلاف سے اسکے نام مختلف ہو گئے اس مقام پر مولانا فرماتے ہیں ؎

اختلافِ خلق از نام اوفتاد ۔۔۔ چون بمعنی رفت آرام اوفتاد

ایک نے اپنے مقصود کا نام اولاد رکھا ۔ دوسرے نے جائداد گاؤں ملکیت تیسرے نے حکومت عہدہ اعزاز لیکن
معنی مقصود سب کے ایک ہی ہیں یعنی راحت ہر شخص راحت ہی کا طالب ہے راحت کی طلب وہ چیز ہے کہ اگر یہ نہ ہو تو اہل دنیا

| زانکہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب | من ملک نیمروز بیک جو نمی خرم |
|---|---|

یعنی آدھی رات کو اٹھکر جو نفلین پڑھتا ہون اور اللہ کی یاد مین مشغول ہوتا ہون اُسکے لطف کے سامنے سب گرد ہے حکومت اور سلطنت ۔ مین ملک نیمروز کو ایک جو کی برابر نہین سمجھتا ۔ حضرت تو وہ کیا بات ہی ۔ اُنکو اُسی مین چین ملتا تھا ۔ تو دیکھئے ظاہر مین سبکے الگ الگ مطلوب ہین لیکن حقیقت مین سب ایک ہی چیز کے طالب ہین یعنی چین کے یہ دوسری بات ہی کہ واقعی چین کس مین ہے جو آگے ثابت ہوجاویگا جب یہ بات ہی تو دنیا کو طالب بھی واقعی چین کے طالب ہین ۔ تو چین دنیوی ضرورت کی بھی چیز ہے ۔ کوئی ایسا نہین جسکو راحت اور چین مطلوب نہو ۔ رہی آخرت سو آخرت کے چین کا مطلوب ہونا بالکل ظاہر ہے ۔ کسی کو اسمین کلام ہی نہین ۔ بفضلہ ایک مقدمہ تو بخوبی [ثابت] ہوگیا کہ چین دنیا اور آخرت دونون کی ضرورت کی چیز ہے ۔ دوسرا مقدمہ یہ باقی رہا کہ چین کس چیز مین ہے سو حق سبحانہ تعالیٰ دعوی فرماتے ہین کہ خدا ہی کی یاد مین چین منحصر ہی ۔ اب فکر کے ضروری ہونے مین کیا شبہ رہا اب اسکا ثابت ہونا رہا کہ چین صرف ذکر اللہ ہی مین ہے سو یہ بات مشاہدہ سے معلوم ہوسکتی ہے کہ دنیادار ہرگز راحت مین نہین ۔ ٹٹول لیجئے طالبان راحت اور اسباب راحت جمع کرنیوالونکو یعنی ایک وہ شخص ہے کہ جسکی عمر گذر گئی سامان راحت جمع کرنے مین اور سامان جمع بھی ہوگیا ۔ اول تو سب سامان جمع ہوتا نہین حق تعالیٰ کا ارشاد ہے اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی (عربی شعر) ؎

| مَا كُلُّ مَا يَتَمَنَّى الْمَرْءُ يُدْرِكُهُ | تَجْرِي الرِّيَاحُ بِمَا لَا تَشْتَهِي السُّفُنُ |
|---|---|

یعنی کبھی ہوائین مخالف ہوتی ہین جو کشتی کے مقتضا کے خلاف ہے لیکن اگر ہر شخص اپنی سب تمنائین حاصل بھی کرلے تب بھی راحت نہین یعنی فرض کرو ایک شخص ایسا ہے کہ اسکی سب تمنائین پوری ہوگئین یعنی سامان راحت جیسے وہ سمجھتا تھا وہ سب جمع ہوگیا ۔ لیکن خود راحت تو خدا ہی کے قبضہ مین ہے ۔ یعنی دیکھنا یہ ہی کہ سعی سے کیا چیز جمع ہوسکتی ہے راحت یا سامان راحت ۔ ایک شخص ہے کہ اُسکا عہدہ بھی بڑا ہے ۔ گاؤن بھی ہین نوکر چاکر بھی ہین حشم خدم بھی ہے حکومت بھی غرض سارا سامان راحت اور عیش کا جمع ہے ۔ اول تو بہت کم ایسے ہوتے ہین لیکن خیر آخر کوئی ایسا ہو بھی تو اسکو پیش نظر رکھکر اسکی حالت دیکھئے اور تفتیش کیجئے کہ آیا اُسے چین میسر ہے یا نہین ۔ مین سچ عرض کرتا ہون چین پھر بھی اُسے نصیب نہین کوئی نہ کوئی پریشانی وہان بھی ضرور پاؤگے ۔ اپنی عمر مین کوئی دنیادار آرام مین نہین ۔ ایک شخص ہے کہ اُسکے اولاد نہین ہوتی مدتون اسی غم مین رہا کہ اولاد نہین ہوتی خیر اولاد بھی ہوگئی تو پھر اولاد کے اولاد نہین ہوتی اسی غم مین ہے غرض کسیوقت فکر و غم سے خالی نہین ۔ یہ مسلّم ہے اہل دنیا کے نزدیک بھی مشہور ہے کہ کسی مجرد شخص نے کسی عیالدار سے پوچھا کہ خیریت بھی ہے اُسنے بگڑ کر کہا کہ میان خیریت ہوگی تمھارے یہان کہ نہ گھر نہ بار اکیلی جان آخر نکھٹو ٹھیرے

| | |
|---|---|
| زاہد نداشت تاب جمال پری رخان | کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت |

باہر نکلتے ہیں تو حسینوں پر نظر پڑتی ہے جس سے دل کے ٹکڑے ہوئے جاتے ہیں کہاں کی مصیبت ہے عافیت تو اسی میں ہے کہ کونہ میں بیٹھے رہو۔ اسی گوشہ نشینی کو کسی دوسرے پیرایہ میں شیخ شیرازی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ؎

| | |
|---|---|
| آنانکہ بکنج عافیت بنشستند | دندان سگ و دہان مردم بستند |
| کاغذ بدریدند و قلم بشکستند | وز دست و زبان حرف گیران رستند |

اسی طرح بعضے روپیہ پیسہ کے عاشق ہوتے ہیں اور بعضے ایسے ہیں کہ وہ اسکے ذکر سے بھی گھبراتے ہیں حضرت سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں شاہجہان بادشاہ ایک مرتبہ حاضر ہوا اور ایک بہت بڑی رقم نذر کی شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں اسکا کیا کرونگا اول تو میرا خرچ ہی کچھ نہیں اور جو کچھ تھوڑی بہت حاجت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ مجھکو دیتے ہیں میں تیسے لیکر کیا کرونگا۔ شاہجہان کے دل میں اس انکار سے شاہ صاحب کی بڑی وقعت ہوئی ایک مولوی صاحب ہمراہ تھے۔ ایسے حضرات پر خشک ذی علم کو حسد ہوتا ہے انھوں نے سوچا کہ انکی تو بادشاہ کی نظر میں بڑی وقعت ہوگئی لاؤ کوئی عیب نکالیں تب تو جانیں یہ ایسے لوگ بڑے ماہر ہوتے ہیں جس وقت شاہ صاحب نے انکار کیا آپ کہتے ہیں قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یَشِیبُ الْمَرْءُ وَیَشِبُّ فِیہِ خَصْلَتَانِ الْحِرْصُ وَطُولُ الْاَمَلِ جناب رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں کہ آدمی بوڑھا ہوتا ہے اور اسکے اندر دو خصلتیں جوان ہوتی ہیں حرص اور طول امل آپ بوڑھے ہیں لہذا آپ میں یہ دونوں خصلتیں ہونا لازمی ہیں کیونکہ حدیث کا غلط ہونا محال ہے لہذا یہ آپکا تصنع ہے کہ باوجود حرص کے روپیہ لینے سے انکار کرتے ہیں شاہ صاحب حرف شناس بھی نہ تھے لیکن سبحان اللہ کیا دندان شکن جواب دیا ہے فی البدیہہ فرمایا کہ مولانا آپ حدیث کا مطلب ہی نہیں سمجھے نرے پڑھنے سے کیا کام چلتا ہے ؎ مولوی گشتی و آگہ نیستی۔ حضور نے یشب فرمایا ہے تو جوان وہی ہوگا جو پہلے سے پیدا ہوا ہو۔ الحمد للہ میرے اندر حرص کبھی پیدا ہی نہیں ہوئی جو آج جوان ہوتی۔ تم اپنی خبر لو کہ شروع ہی سے حرص تمہارے اندر پیدا ہوئی اور پرورش ہوتے ہوتے اب اسپر جوانی کا عالم ہے دیکھو آج تمہارے بڑھاپے میں اسپر کیا جوبن چڑھ رہا ہے میرے اندر تو بفضلہ حرص کبھی پیدا ہی نہیں ہوئی جو آج بڑھاپے میں اسکے جوان ہونے کی نوبت آتی اللہ اکبر کیا کھری بات فرمائی ہے۔ علم حقیقی انہیں حضرات کو حاصل ہوتا ہے اسکا مولوی صاحب سے کچھ جواب نہ بن پڑا شاہ صاحب کا منہ دیکھ کر رہ گئے بہر حال ایک وہ لوگ بھی ہیں جو روپیہ پیسہ سے گھبراتے ہیں ایک اور حکایت یاد آئی حضرت سیدنا غوث پاک کی خدمت میں بادشاہ سنجر نے عریضہ لکھا کہ ایک حصہ میرے ملک کا جو نیمروز ہے وہ میں آپکی نذر کرتا ہوں کیونکہ آپ کی خانقاہ کا خرچ بہت زیادہ ہے مہمانوں کی کثرت رہتی ہے واردین صادرین کثرت سے آتے رہتے ہیں حضرت غوث پاک اسکے جواب میں نہایت بے پروائی کیساتھ لکھتے ہیں ؎

| | |
|---|---|
| چون چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد | در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم |

مفت گیا یہ جوتیاں نفع میں ملیں خیر بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی - اسیطرح وہ ایکبار روپیہ کیا آئے ایک صاحب
اپنے ساتھ لائے اور گئے تو ایسی برکت کر گئے ایک نقد روپیہ جانیکا غم اوپر سے یہ پریشانی مفت کی کہ پولیس میں رپٹ لکھائے
مستغیث نہ بنو تو جرم اور بنو تو سیکڑوں جھگڑے ایسے موقعوں پر بعضی پولیس اُلٹا مستغیث سے وصول کرتی ہے نہ دو
تو رپٹ کو جھوٹا قرار دیکر اُلٹا مستغیث کا چالان کردے یہ پریشانی اور پولیس کا خوف گھاٹے میں رہا چاہیے اُس چور کو
جوتیاں نفع میں رہی تھیں بڑے جوتے تو یہ ہیں کہ ہزاروں طرح کے غم روپیہ کے آنیکی اتنی خوشی نہ ہوئی تھی جتنا کہ جانیکا
غم ہوگیا۔ رات بھر تو حفاظت کی فکر میں چین نہ آیا اور صبح دیکھتے ہیں تو صندوقچہ ندارد میں اپنی ہی کہتا ہوں میرے
پاس کوئی چیز ہدیہ آتی ہے تو آتے ہی یہ غم سوار ہوجاتا ہے کہ اس کو کس کام میں لاؤں جبتک اسکی ضرورت ذہن
میں نہیں آجاتی ہمیشہ اسکی فکر رہتی ہے کہ کہاں استعمال کروں ڈر بھی لگتا ہے کہ کہیں حق تعالیٰ کی ناشکری نہ ہو
کہ نالائق ہم تو تجھے دیتے ہیں اور تو گھبراتا ہے - بعضی چیز تو ایسی ہوتی ہے کہ آتے ہی کام میں آجاتی ہے لیکن
بعضی چیز ایسی آتی ہے کہ سوچنا پڑتا ہے کہ آخر اسکا کروں کیا یا تو کسی کو دیدی یا اگر بخل کا غلبہ ہوا تو سوچا
کہ ابھی مفت کسیکو کیوں دیں - لاؤ بیچ ہی چنانچہ بیچکر دام کھڑے کر لئے اور ضروری موقع پر خرچ کر لیا - اللہ اللہ
خیر صلا اُس کا موجود رہنا بار ہوتا ہے - میں دیکھتا ہوں کہ گھروں میں سامان کثرت سے بھرا پڑا ہے اور اسکے استعمال
کی کبھی عمر بھی نوبت نہیں آتی - اب دیکھنا یہ ہے کہ قلب پر ایسے فضول سامان کا بار ہے یا نہیں - اگر نہیں ہے تو
میں ضرور کہونگا کہ قلب بے حس ہوگیا ہے ورنہ ضرور الجھن ہوتی - مجھے تو اس تصور ہی سے وحشت ہوتی ہے کہ میری
ملک میں بھی ضرورت سے زیادہ چیزیں ہوں چاہے اُن چیزوں سے خود مجھے سابقہ کبھی نہ پڑتا ہو لیکن خیال
ہوتا ہے کہ میری ملک ہی میں ایسی فضول چیزیں کیوں ہوں آخر اسکا ہوگا کیا - بہت ہی گھبراتی ہے طبیعت کہ جو چیز کام میں نہ آوے
وہ گھر میں کیوں ہے - مفت میں پہرہ چوکی دینا - حمال ہونا - مزدور بننا - فضول کا دردسر - خوب کہا ہے صائب نے ؎

| حرص قانع نیست صائب ورنہ اسباب معاش | آنچہ ما درکار داریم اکثرش درکار نیست |
| --- | --- |

واقعی ہر شخص ٹٹول کر دیکھ لے کہ جتنی چیزیں گھر میں موجود ہیں انہیں اکثر ضرورت کی چیزیں نہیں بلکہ بعض ایسی ہیں کہ مدتوں
چیز کے آنے پر ضرورت تصنیف کیجاتی ہے کہ فلانے کام میں لگا دینگے - چیز کیا آئی ایک کام بڑھ گیا - اب ایک جو دھندا
پیچھے آج وہ شغل بھی تیار ہے - اے اللہ جتنے یہاں سامان بیچ بھرے پڑے ہیں انہیں کیسے میں آنا ہوگا - وہ سامان
کہ جسکی فہرست بھی نہیں کہ کیا کیا چیز ہے اور جسکی خبر بھی نہیں کہ کہاں پڑا سڑ رہا ہے - اور جو اس طرح حاصل کیا گیا
تھا کہ کسیکا گلا کاٹ کر - کسی کا حق مار کر - سیکڑوں گناہ سمیٹ کر وہ آج یوں بیکار پڑا اگو کھا رہا ہے - یونہی پڑا پڑا
دیمک لگ کر ختم ہوگیا - اور مالک صاحب کو پتہ بھی نہیں - ایک بی ضلع میرٹھ میں ایک اس جہیز میں پندرہ سو کے کپڑے
لائی تھی بھلا کس کام آویں گے - اُن سب کے استعمال کی کبھی نوبت نہ آویگی کیونکہ وہ تو اتنے ہیں کہ پہنا بھی ایک سکے

بس خیریت ہی۔ ہمارے یہان کیون خیریت ہونے لگی خیریت ہوتی ہے تم جیسے منحوسون کے یہان ہمارے یہان تو اللہ کے دیئے ہوئے بیوی بچے بھی ہین۔ پوتے پڑپوتے بھی۔ نوکر چاکر بھی۔ کسیکا سر دکھ رہا ہی کسیکو دست آرہے ہین کسیکی آنکھ دکھ رہی ہے۔ ہمارے یہان کیسی خیریت تم اکیلے اپنی جان لیے ہو اسلیئے تمھارے یہان ہمیشہ خیریت ہی خیریت رہتی ہے خدا نکرے وہ دن کہ ہمارے یہان ایسی خیریت ہو سو واقعی بالکل سچ ہے کہ جتنا سامان بڑہتا ہی غم بھی بڑہتا جاتا ہی ایک حکایت ہی گلستان مین کہ کسی فقیر کو بادشاہت ملگئی تھی کسینے مبارکباد دی تو اوس نے کہا کہ میان مبارکباد کاہیکی دیتے ہو۔ دی روز غم نانے داشتم امروز غم جہانے۔ بچونکو کہا کرتے ہین کہ بادشاہ ہین سبحان اللہ بادشاہی کی حقیقت کیا ہے بچپن کے زمانہ کے سامنے بادشاہون کو تو ہم سے زیادہ فکر ہے اُنسے تو غریب ہی زیادہ بیفکر ہین۔ بچے تو بالکل ہی بیفکر ہوتے ہین اُنسے نسبت کیا بادشاہونکو۔ خلاصہ یہ کہ جتنا سامان بڑہتا جاتا ہے اُتنی ہی پریشانی بڑھتی چلی جاتی ہے خوب فرماتے ہین ایک بزرگ ؎

وَمَنْ یَحْمَدِ الدُّنْیَا لِعَیْشٍ یَسُرُّہٗ ۔۔۔ فَسَوْفَ لَعَمْرِیْ عَنْ قَلِیْلٍ یَلُوْمُہَا

یعنے جو آج ترقی کی ترغیب دے رہا ہے واللہ وہ بہت جلد خود اسکی مذمت کریگا ؎

اِذَا اَدْبَرَتْ کَانَتْ عَلَی الْمَرْءِ حَسْرَۃً ۔۔۔ وَاِنْ اَقْبَلَتْ کَانَتْ کَثِیْرًا ہُمُوْمُہَا

دُنیا ایسی چیز ہے کہ جب یہ آتی ہے تو سیکڑون پریشانیون کو اپنے ساتھ لاتی ہے اور جب یہ جاتی ہے تو حسرۃ و افسوس چھوڑ جاتی ہے نہ اُسکا آنا پریشانی سے خالی نہ اُسکا جانا پریشانی سے خالی شروع سے اخیر تک بس پریشانی ہی پریشانی ہے سو واقعی حضرت خدا تکلیف سے تو بچائے۔ دُنیا ہو مگر بقدر ضرورت۔ لیکن اسکا زیادہ ہونا ہے پوری مصیبت۔ مثلاً کسی نے ایک ہزار روپیہ دیدیا بس قبضہ مین آتے ہی سبق شروع ہو گیا اب اسکی حفاظت کی فکر مین ساری ساری رات نیند نہین آتی غرض اُسکے آتے ہی پریشانی تو نقد موجود ہے چور صاحب چاہے اگلے ہی دن ساری کی ساری رقم ایک ساتھ اڑا ہی لیجاوین اور ان صاحب کو اُسے برتنے کا موقع بھی نہ ملے پھر اُسکے چوری جانیکے بعد جو غم اور پریشانی ہوئی وہ نفع مین رہی مشہور ہے کہ ایک چور کسیکا گھوڑا چرا کر لایا راستہ مین ایک دوسرا چور ملا جو اُس سے بھی زیادہ شاطر تھا اُس نے پوچھا کہ میان گھوڑا بیچتے ہو۔ انہین بھلا ایسا موقع کہان ملتا کہ ادھر چرا کر لائے ادھر خریدار موجود۔ پکڑے جانیکا بھی کھٹکا نہ رہے۔ کہا ہان بیچتے تو ہین۔ دوسرے چور نے کہا کہ بھائی پہلے سوار ہو کر دیکھ لین کہ کوئی عیب تو نہین۔ لو تم میری جوتیان تھام لو مین آٹھ دس قدم اسے چلا کر دیکھ لون۔ جوتیان تو اُسکے ہاتھ مین دین اور رکاب مین پاؤن رکھ اوپر چڑھ ایڑ ماریہ جا اور وہ جا۔ چور صاحب جوتیان ہاتھ مین لیئے دیکھتے کے دیکھتے ہی رہگئے۔ کسی نے پوچھا میان جو تم گھوڑا لیئے جا رہے تھے وہ کیا ہوا۔ کہا بیچ دیا کہا ہان بیچ دیا۔ پوچھا کتنے مین گیا کہا جتنے مین لائے تھے اُتنے مین گیا اور یہ جوتی نفع مین رہی۔ مفت لیا تھا

اولاد و اموال کو آلۂ تعذیب بنا دین - دنیا ہی مین عذاب ہو جاوے - حقیقت مین عذاب ہی ہے بعض انکو تو مال کی حفاظت کی فکر مین سونا نصیب نہین ہوتا - جیسے سانپ خزانہ پر جاگتا ہو ویسے ہی یہ لوگ رات بھر جاگتے ہین - اس بہانہ سے تہجد بھی شروع کر دیا ذکر و شغل بھی کرتے ہین - غرض وہی ہے حفاظت مال - اگر آج سارا ذخیرہ جاتا رہے تو پھر تہجد بھی ختم - پھر کہان کا ذکر اور کسکا شغل - تو رات بھر خود اس طرح پہرہ دیتے ہین کیونکہ چوکیدار و نیز بھی کیا بھروسہ - اگر جائداد ہوئی تو مقدمہ بازی سے فرصت نہین - کبھی تو اسکی فکر کہ فلانے نے نالش کر دی ہو ایک جگہ جیتے دوسری جگہ ہار اسیطرح ہائیکورٹ پہونچے پہونچتے ہزارون کے وارے نیارے ہو گئے - اگر ہائی کورٹ تک پہونچکر اخیر مین نالش خارج بھی ہو گئی تب بھی پورا کورٹ تو ہو ہی گیا - کبھی اسکا غم کہ ہائے اتنا تو خرچ کیا پھر بھی مقدمہ خارج ایک مصیبت ہے

۵ چو میر مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد - یہی اولاد کی کیفیت ہے - اول تو مدتون کی آرزؤن کے بعد خدا خدا کر کے اولاد ہوئی پھر کوئی بچہ بیمار ہوا یہانتک کہ مایوسی تک نوبت پہونچگئی - اب پریشان ہین کہ اے اللہ کیا ہوگا - اگر یہ مر گیا تو مین کیونکر زندہ رہونگا - ہائے کیا حال ہوگا - قبل از مرگ واویلا - مرنیکا اتنا غم بھی نہوگا جیسی تکلیف اس سوچ مین ہے کہ ہائے اگر مر گیا تو کیا ہوگا - غرض کسی طرح چین نہین بیچین ہین پریشان ہین - یہ مزا ہے اولاد کا اور اموال کا - فرمایئے یہ مصیبت ہے یا نہین اسی کو فرماتے ہین اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ بِھَا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا دنیا ہی مین آلۂ عذاب ہین - جس کے پاس مال اور اولاد کی کثرت ہو اسکی حالت ہی یہ ہے کہ ہر وقت ایک عذاب مین مبتلا ہے پھر بتلایئے ایسے شخص کی بابت کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ چین مین ہو - ہرگز نہین - دنیا دار کو چین مین ہو ہی نہین سکتا - مین نے ایک حکایت نہایت مطلب خیز اور میرے اثبات مدعا مین واضح اور صریح اپنے اُستاد مولانا محمد یعقوب صاحب رح سے سُنی ہے کہ کسی شخص کو جو دِلّی کا رہنے والا تھا حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کی بڑی تمنا تھی - کیونکہ سنا تھا کہ حضرت خضر علیہ السلام بڑے مقبول الدعوات ہین انسے دعا کرائینگے - بعضون کو یہ خبط بھی ہوتا ہے اور اس خبط مین انکی حیوٰۃ اور موت کو پوچھتے ہین - چنانچہ جب مین دیوبند مین پڑھتا تھا ایک صاحب کا خط حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کی خدمت مین آیا تھا - اسمین پوچھا تھا کہ آیا حضرت خضر علیہ السلام ابھی تک زندہ ہین - مولوی صاحب تھے بڑے زندہ دل - جواب لکھوایا کہ بھائی انکا میرے پاس بہت دن سے کوئی خط نہین آیا خبر نہین زندہ ہین یا مر گئے - بہت دن سے خیریت نہین آئی - جب کوئی خط آویگا تو اطلاع دونگا - لوگ بھی کیا فضول سوال کرتے ہین - مطلب کیا ہمین اس تحقیق سے - ہمارے خضر اور ہمارے عیسیٰ کون ہین - جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جنکی وہ شان ہے کہ اگر اس زمانہ مین سارے انبیاء دوبارہ دنیا مین تشریف لے آوین تو سب آپ کے اُمتی ہو کر رہین چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے تشریف لاوینگے تو ہمارے حضور ہی کی شریعت کے تابع ہونگے - پھر بھی ہمکو خضر علیہ السلام کی ڈھونڈھ ہے

تو اسی تک بھی ختم نہوں بس ہمیشہ ہوا اور دھوپ دیا کرو اور پھر ویسے کے ویسے ہی بند کرکے رکھدو۔ بھلا کیا فائدہ نکلا سوا اسکے کہ ایک شغل بڑھ گیا۔ یہ ابا جان نے سلوک کیا کہ ایک اچھی خاصی مصیبت عمر بھر کے لیئے جانکو لگادی۔ یہ ہے زیادہ اسباب کی خرابی۔ یہ دوسری بات ہے کہ کسیکی حس ہی باطل ہوگئی ہو اور اس کو یہ مصیبت مصیبت ہی نہ معلوم ہوتی ہو۔ جیسے حس باطل ہوجاتی ہے کوکین سے۔ جیسے کوکین کھاتے کھاتے زبان بےحس ہوجاتی ہے اسیطرح چونکہ خرافات کے عادی ہورہے ہین اسلیئے قلب بےحس ہوگیا ہے لیکن ایک وقت بھی آنیوالا ہے کہ یہ سُن اُتریگی۔ اُسوقت یہ افکار سانپ اور بچھو کا کام دینگے۔ وہ کونسا وقت ہوگا۔ وہ ہوگا موت کا وقت چنانچہ حدیث مین ہے اَلنَّاسُ نِیَامٌ فَاِذَا مَاتُوْا اِنْتَبَهُوْا مرتے وقت آنکھ کھلیگی اُس وقت ادراک درست ہوگا اُسوقت معلوم ہوگا کہ یہ عمر جائداد کا۔ ساز و سامان کا۔ گھر کا لیکن فضولیات کا ضروریات کا نہین کیسا ستاتا ہے اسوقت احساس ہوگا کہ قلب پر ان کی جُدائی سے کسقدر بار اور گرانی ہوتی ہے۔ کوئی غم سانپ کی خاصیت رکھیگا کوئی بچھو کی خاصیت کہ ہائے مین چلا۔ ہائے یہ ساری چیزین مجھسے چھوٹتین۔ ہائے میرے بعد نجانے انکا کیا حال ہوگا۔ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اِلٰی رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقُ۔ خدا بچائے جسنے تعلقات ضرورت سے زیادہ بڑھا رکھے ہین اور انھین مین رات دن انہماک ہے اُسکو سخت کشاکشی پیش آنیوالی ہے مرنے کے وقت سانپ بچھوؤنکا قبر مین تو عذاب ہوہی گا اُسکا نمونہ مرنے کے وقت دُنیا ہی مین دیکھ لیگا جن صاحبزادہ کے واسطے جائداد چھوڑ جانیکی فکر مین حلال حرام کی تمیز نکی وہ خوش ہین کہ ابا مرے ہین خوب گلچھرّے اُڑا دینگے۔ یا وا جان کی مصیبت ہی کہ چار و نطرف کے خیالات سانپ بچھو بنکر لپٹ رہے ہین لیکن اے صاحب آپ ہی نے تو یہ سانپ بچھو لپیٹے ہین خود بخود تو جمع نہین ہوگئے۔ مین کہے دیتا ہون اور بار بار کہے دیتا ہون کہ یہ سب تقریر فضولیات کے متعلق ہے ضروریات اس سے بالکل مستثنیٰ ہین لیکن ضرورت وہ جو واقعی ضرورت ہو۔ تصنیفی ضرورت نہین یعنی بہت سی چیزین ایسی ہین کہ جنکے پاس وہ چیزین نہین ہین انکا اُنکے بغیر کچھ بھی حرج نہین۔ بعضی چیزون کے تو نام بھی ہمین نہین معلوم مثلاً جو اہرات ہمارے پاس نہین ہین تو یہ دن اُنکے ہمارا کونسا کام اٹکا ہوا ہے۔ اُنکے حصول کے درپے ہونا ہے فضول حرکت یا نہین۔ البتہ جو چیزین فضول نہین اُنسے ہم تعرض نہین کرتے۔ اب تقریبات مین جو محض نام و نمود اور شان کے لئے فضولیات مین روپیہ خرچ کیا جاتا ہے اُنکی بھلا کون ضرورت ہے یہ سب تصنیف کی ہوئین ضرورتین ہین۔ اوّل ایسی ضروریات تصنیف کین پھر اُنکے پورا کرنیکے لیئے جائز ناجائز جوڑنا شروع کردیا پھر اسی طرح سلسلہ وار لاکھون ضرورتین آ بنے سر لپٹالی ہین۔ ہر ہر چیز عذاب ہے اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہین فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ یعنی آپ کو خوشنما نہ معلوم ہون اُنکے اموال و اولاد کیونکہ اللہ تعالیٰ یون چاہتا ہے کہ اولاد اور اموال سے اُنھین دُنیا ہی مین عذاب دے یہ نہین آخرت مین عذاب الگ ہوگا۔ دُنیا ہی مین

نہ کسی مصیبت مین مبتلا نکلتا یہان تک کہ چھ مہینے کی میعاد ختم ہونے کو پہونچی - اب انہین بڑا تردد کہ حضرت خضر کو
کیا جواب دونگا معلوم ہوتا ہی واقعی دنیا مین کسیکو آرام نہین چین جسکا نام ہے کسیکو میسر نہین - اخیر مین ایک جوہری پر
اُسکا گذر ہوا - دیکھا کہ لاکھون کا کارخانہ ہے بڑا ساز و سامان سیکڑون مکان اور دکانین عالیشان فرش فروش
حشم خدم - اولاد بھی کثرت سے غرض سارا سامان عیش کا موجود ہے اور خود گاؤ تکیہ لگائے نہایت اطمینان کے
ساتھ مثل کٹا سنج سپید بیٹھا ہوا ہے کچھ کام بھی نہین کارندے ایسے معتمد کہ سب کام انھین کے ذریعہ سے نہایت
خوبی اور انتظام کے ساتھ ہو رہے ہین اس جوہری کو دیکھکر یہ حضرت بڑے خوش ہوئے کہ الحمد للہ جیسا شخص مین چاہتا
تھا ویسا ملگیا بس اسی جیسا ہونیکی دعا کرا دونگا - لیکن سوچا کہ بھائی احتیاطاً ذرا اس سے مل تو لو چنانچہ ملے اور
سارا قصہ حضرت خضرؑ کی ملاقات کا اور اپنی دعا کی درخواست کا سُنایا اور کہا کہ ساری دنیا مین بس تم ایک شخص
ملے ہو جنکو کوئی فکر نہین - اب مین حضرت خضر سے یہی دعا کرا دونگا کہ تم جیسا ہو جاؤن - یہ سنکر اُس جوہری نے
ایک آہ سرد کھینچی اور کہا کہ للہ مجھ جیسا ہونیکی دعا ہرگز نہ کرانا - مجھ جیسا تو خدا دشمن کو بھی نہ کرے جس مصیبت مین
مبتلا ہون وہ دشمن کو بھی نہو - اسکو بڑا تعجب ہوا کہا میان تم صاحب جائداد ہو - صاحب اولاد ہو - تندرست ہو - ہر طرح کا
آرام ساز و سامان حشم خدم نوکر چاکر دنیا بھر کی نعمتین موجود ہین اور پھر کوئی کام بھی نہین اب اور کیا چاہیے
پھر بھی کہتے ہو کہ ایسی مصیبت خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے - بڑی ناشکری حقتعالیٰ کی ہے جوہری نے کہا کہ خیر
اب تم سے کیا چھپاؤن بھائی میری تو بڑی دردناک حکایت ہے - ماجرا یہ ہے کہ جب میری شادی ہوئی تو قسمت سے
بیوی مجھے نہایت حسین جمیل ملی اُس سے مجھے بیحد محبت ہوگئی - شادی ہونے کے تھوڑے ہی دن بعد وہ سخت بیمار
ہوئی یہانتک کہ مایوسی تک نوبت پہونچگئی مین رونے لگا اُس نے کہا کہ یہ سب جیتے جی کی محبت ہے -
مردونکو کبھی باوفا نہین دیکھا یہ لوگ بڑے بے وفا ہوتے ہین مین مرجاؤنگی تم دوسری کر لوگے مین نے کہا کہ ایسا
ہرگز نہین ہو سکتا - میری محبت تمھارے ساتھ بھلا ایسی ہے - تمھارے بعد مین کہین دوسری بیوی کر سکتا ہون
یہ تم کیا خیال کرتی ہو اُس نے کہا یہ سب باتین ہی باتین ہین آجتک کوئی اور بھی ایسا ہے جو تم ہی لگے رہوگے چونکہ مجھے اُس سے
واقعی بیحد محبت تھی مین نے کہا کہ اچھا تمھین یون یقین نہین آتا تو لو مین ضرورت ہی کو حذف کئے دیتا ہون اور
وہین استرا لیکر مین نے اپنا اندام نہانی کاٹ کر الگ کر دیا اور کہا کہ اب تو تمھین یقین آویگا کیونکہ جڑ ہی
نہ رہی جو ضرورت شادی کی ہو - اُس بھلے مانس نے بھی کمال ہی کیا کہ اُڑا ہی اُڑا دیا جیسا ایک افیونی نے کیا تھا - ایک
افیونی صاحب بیٹھے پینک مین بیٹھے عزت لے رہے تھے ایک مکھی بار بار اُسکی ناک پر آ بیٹھتی وہ جھنجھلا کر اسے اُڑا دیتا پھر
آ بیٹھتی پھر اُڑا دیتا پھر آ بیٹھتی مکھی بھی کچھ ایسی ہی ضدی تھی آخر کو جو غصہ آیا تو استرا لیکر اپنی ناک ہی اُڑا دی اور
مکھی کو خطاب کر کے بڑے اطمینان سے کہتے ہین کہ لے سسری اب بیٹھ کہان بیٹھتی ہے اب تیرا اڈا ہی نہین جہان بیٹھے

پس ہمین تو ہمارے حضورؐ ہی کافی ہین ہمین کسی کی تلاش نہین چاہیئے حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حضرت خضر علیہ السلام خود ایکبار تشریف لائے اور مصافحہ کیا۔ مصافحہ کرکے حضرت ابراہیم بن ادہم پھر اپنے کام مین مشغول ہوگئے یعنی اللہ کی یاد مین۔ حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ آپنے مجھے پہچانا نہین حضرت ابراہیم بولے کہ مین نے اسکی کچھ ضرورت نہین سمجھی۔ اُنھون نے فرمایا کہ مین خضرؑ ہون۔ آپ نے کہا ہونگے۔ یہ کہکر پھر مشغول ہوگئے۔ حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ بھائی تم تو بڑی بے پروائی سے ملے لوگ تو برسون میرے ملنے کی آرزو مین رہتے ہین اور ملاقات نصیب نہین ہوتی۔ فرمایا بڑے نادان ہین جو خدا کی طلب کو چھوڑ آپ کو ڈھونڈتے پھرتے ہین حضرت خضرؑ نے فرمایا نہین خدا ہی کے واسطے مجھے ڈھونڈتے ہین مجھ سے دعا کراتے ہین۔ حضرت ابراہیم بن ادہم نے فرمایا کہ اچھا آپ میرے لیئے یہ دعا کر دیجیے کہ مین نبی ہو جاؤن۔ فرمایا یہ تو نہین ہو سکتا۔ کہا یہ نہین ہو سکتا تو آپ مہربانی کرکے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجیے۔ میرا حرج ہوتا ہے خیر یہ تو اُن کا ایک حال ہے۔ ایک وہ لوگ ہین کہ حضرت خضرؑ کو ڈھونڈھتے پھرتے ہین لیکن ملتے نہین۔ ایک یہ تھے کہ خود انکے پاس آئے اور اُنھون نے پروا بھی نہ کی۔ وہ شخص بھی خضرؑ سے بڑے اعتقاد سے دعا کراتا تھا لیکن حضرت خضر ملتے ہی نہ تھے اتفاق سے ایک دن مل گئے اُس شخص نے پہچانا نہین کیونکہ ظاہری کوئی علامت تو ہے ہی نہین۔ اور یہ جو عوام مین مشہور ہے کہ اُن کے ہاتھ کے انگوٹھے مین ہڈی نہین ہوتی۔ لاحول ولا قوۃ۔ بالکل واہیات۔ لغویات۔ غرض حضرت خضرؑ نے خود ہی اُس شخص سے کہا کہ مین خضر ہون کہہ کیا کہتا ہے میری اس قدر کیون تلاش تھی۔ احمق نے طلب بھی کیا تو کیا کہتا ہے کہ حضرت میرے لیئے یہ دعا کر دیجیے کہ مین دنیا مین بےفکر ہو کر زندہ رہون۔ حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ ارے یہ نہین ہو سکتا کہ دنیا مین بےفکری نصیب ہو اُس نے دوبارہ عرض کیا کہ حضرت آپ دعا تو کر دین حضرت خضر نے پھر وہی کہا کہ ارے بھائی مین ایسی دعا نہین کر سکتا۔ ایسے کام کے لیئے کیا دعا کرون جو ہو ہی نہین سکتا۔ اگر بیٹا کہے کہ میرے لیئے یہ دعا کر دو کہ مین اپنے باپ کا بھی باپ ہو جاؤن تو بھلا یہ ہے لغو فرمائش کیونکہ ایسا ممکن ہی کہان ہے جب اُس نے زیادہ اصرار کیا تو حضرت خضرؑ نے اپنے اخلاق سے یہ جواب دیا کہ خیر ایسی دعا مانگنا تو بے ادبی کی بات ہے کیونکہ ایسا ہونا عادت اللہ کے خلاف ہے ہان تم تمام دلّی مین جسکو اپنے نزدیک بےفکر سمجھو اُسے منتخب کر لو پھر مین یہ دعا کرونگا کہ اے اللہ یہ شخص بھی ایسا ہی ہو جاوے جیسا فلانا۔ مین تمھین چھ مہینے کی مہلت دیتا ہون اس درمیان مین اطمینان سے تلاش کر رکھنا۔ مین چھ مہینے کے بعد پھر تم سے ملونگا اُس وقت اپنی رائے سے مطلع کرنا وہ شخص دل مین بڑا خوش ہوا کہ یہ کیا مشکل بات ہے۔ دلّی مین ہزارون امرا ہین۔ شاہی کارخانہ ہے۔ بڑے بڑے دولتمند اور رئیس موجود ہین۔ ایسا شخص ملجانا بہت آسان ہے چنانچہ اس نے دلّی مین گھومنا شروع کیا۔ اور ایک ایک رئیس کو دیکھنا شروع کیا جب کسی شخص کے بارہ مین رائے قائم ہوتی کہ اس جیسا ہو جانے کی دعا کراونگا۔ اندرونی حالات تفتیش کرنے پر وہ بھی کسی

کہ وہ کسی مصیبت میں مبتلا نہیں ہوتے یا اُن کا کوئی دشمن نہیں ہوتا یا اُنکی کوئی غیبت نہیں کرتا انکو کوئی
بُرا بھلا نہیں کہتا۔ یہ سب قصّے ہوتے ہیں اور ان قصوں سے انھیں غم بھی ہوتا ہے رنج بھی ہوتا ہے۔ تکلیف بھی
پہونچتی ہے یہ سب کچھ ہوتا ہے لیکن پریشانی اور الجھن نہیں ہوتی جو کہ اصل چیز ہے تکلیف کی اگر کوئی ظاہری
تکلیف بھی انھیں پہونچتی ہے تو انھیں بھی اُنکے قلب کو چین ہی ملتا ہے وہ عین غم کیحالت میں بھی مسرور رہتے
ہیں۔ آپ کہتے ہونگے کہ یہ شخص عجب الٹی تقریر کر رہا ہے اجتماع ضدین ثابت کرنا چاہتا ہے جو کہ تمام عقلا کے نزدیک
محال ہے۔ لیکن نہیں میں انشاء اللہ تعالیٰ آپ ہی کے منہ سے کہلوا لونگا کہ یہ حالت ممکن ہے اور دنیا میں بکثرت واقع ہے
فرض کیجئے آپ کا کوئی محبوب تھا جسکی جدائی میں گھل گھلکر آپ کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ صرف ہڈیاں و پسلیاں باقی
رہگئی ہیں۔ ایسی حالت میں مدتوں کے بعد دفعتًا کہیں وہ آنکلا اور مشتاقانہ آپکو بغل میں لیکر زور سے دبایا ادھر آپ
غایت درجہ کمزور اور ناتوان اُدھر وہ ہٹا کٹا۔ بھلا میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپکو اُسکے دبانے سے تکلیف نہیں ہے
تکلیف تو ایسی ہے کہ ہڈی اور پسلی ٹوٹی جاتی ہیں لیکن یہ سوچئے کہ اس تکلیف کا اثر قلب تک بھی ہے یا نہیں اگر
آپ واقعی عاشق ہیں تو واللہ تکلیف تو کیسی قلب میں آپ محسوس کرینگے کہ گویا رگ رگ میں جان آرہی ہے اور
یوں کہینگے ؎ این کہ می بینم بہ بیداری ست یارب یا بخواب۔ ہائے یہ میری قسمت کہ جسکو ایک نظر دیکھنا بھی
نصیب نہ ہوتا تھا وہ اس طرح آکر بغلگیر ہوتا ہے کہ وہ محبوب اگر یوں کہے کہ میرا دبانا اگر تمکو ناگوار ہو تو یہ تمہارا رقیب
موجود ہے جو میرا مشتاق ہے اور میرے ساتھ ہمکنار ہونے کا بہت آرزومند ہے میں تمکو چھوڑکر اُسکے ساتھ یہی معاملہ
کرنے لگوں اگر تمھیں کچھ تکلیف ہو رہی ہو تو کہدو۔ ایسی حالت میں عاشق کیا کہیگا یہ کہیگا ؎

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

بلکہ اگر سچ مچ قتل بھی کر دیوے تب بھی وہ بزبان حال یہی کہیگا۔ ؎

سر بوقت ذبح اپنا اُسکے زیرپائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

قتل سے بھی اُسکو کلفت نہ ہوگی اگرچہ تکلیف سے کراہے بھی تڑپے بھی مگر وہ تکلیف طبعی ہوگی قلب کے اندر
پریشانی نہ ہوگی اسی طرح اہل اللہ کو اگر کوئی صدمہ پیش آتا ہے تو اُنکی یہی حالت ہوتی ہے جیسی میں نے
ابھی بیان کی کہ عاشق کو معشوق کے دبوچنے سے تکلیف تو ہے لیکن اندر سے قلب بہت راضی ہے نہایت
خوش ہے۔ اُسکے جسم کو تکلیف ہے لیکن روح کو آرام ہے اگر اُن کا بیٹا مرجائے تو وہ محزون بھی ہونگے آنکھ
آنسو بھی جاری ہوجائینگے لیکن قلب کے اندر پریشانی نہ ہوگی کہ ہائے یہ کیا ہوگیا ایسی کیسی ہوگی ایسا نہ ہوتا تو اچھا
ہوتا۔ میں بقسم کہتا ہوں بے تقسیم کہتا ہوں اور بے تقسیم کہتا ہوں کہ یہ نہیں ہوتا کہ حسرت ہو اور ارمان ہو کہ
ہائے یہ زندہ رہتا بلکہ اُن کا قلب نہایت مطمئن ہوتا ہے کہ یہ بالکل مناسب ہوا الحمد للہ جو کچھ ہوا نہایت ٹھیک ہوا۔

اسی طرح ان حضرت نے بیوی کے سامنے احتمالات کی جڑ ہی کو اڑا دیا قصہ مختصر کروہ کمبخت پھر مری نہین اچھی ہو گئی
اور ابتک زندہ ہے ادھر مین بیکار ہو ہی چکا تھا۔ اودھر اسکی جوانی۔ بس اُس نے میرے نوکرون سے ساز کر لیا اب
یہ جسقدر اولاد تم دیکھتے ہو یہ سب میرے نوکرون کی عنایت ہے۔ ایک تو ہوئی اس بیجیائی کو کہ مین اپنی آنکھون سے
دیکھتا ہون لیکن کچھ نہین کہہ سکتا۔ بھلا کیا منھ لیکر روکون اور کس برتے پر منع کرون۔ رات دن اسی غم مین گھلتا ہون
اور کچھ نہین کر سکتا یہ سن کروہ شخص انگلی منھ مین دابکر حیرت مین رہگیا۔ اور افسوس کرنے لگا۔ جوہری نے کہا کہ مین تو
تم سے پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھ جیسے ہونے کی ہرگز دعا نکرانا لیکن تمھاری سمجھ مین آتا ہی نہ تھا اب تو معلوم ہو گیا اور مین
یہ بھی تم سے کہے دیتا ہون کہ پوری زندگی دنیا مین کوئی شخص ایسا نہ ملیگا جو بے فکر ہو۔ تم کس خبط مین مبتلا ہو۔ اس
خیال کو چھوڑ دو اور جاؤ آخرت کی درستی کی دعا کراؤ۔ میعاد مقررہ ختم ہو چکنے کے بعد حضرت خضر علیہ السلام پھر اس شخص کو ملے
دریافت فرمایا کہو کیا رہے۔ کون سا شخص تم نے منتخب کیا اسے بڑی ندامت ہوئی عرض کیا کہ حضرت کیا عرض کرون۔
واقعی حضرت سچ فرماتے تھے اب مجھکو اسکا عین الیقین ہوگیا کہ دنیا مین کوئی چین سے نہین حضرت خضر ہنسے فرمایا کہ ہم
کہتے تھے لیکن تمھین یقین ہی نہ آتا تھا اب تو دیکھ لیا خیر اب بولو کہ کیا چاہتے ہو۔ عرض کیا کہ حضرت بس آخرت کی
درستی کی دعا کر دیجئے۔ چنانچہ حضرت خضر نے دعا فرما دی اور وہ شخص ولی کامل ہو گیا۔ سو حضرت واقعی دنیا مین
کہین چین نہین ہے۔ تلاش کر کے دیکھو تب میرے کہنے کا یقین آوے۔ یہ میرا دعوی ویسے لفظاً تو مختصر سا ہے
لیکن باعتبار تحقیق کے بہت بڑا ہے۔ بالکل سچی بات ہے جسمین کوئی شک شبہ نہین ہے تمکو کیسے یقین کرا دون
محض دلائل عقلیہ اسکے لیے کافی نہین ہین بلکہ یہ تو مشاہدہ کے متعلق ہے۔ آپ ایک سرے سے سب بڑے بڑے
دنیاداروں کو دیکھنا شروع کیجئے کسی کو بھی چین سے نہ پائیں گے۔ اگر اسمین تکلیف سمجھین تو مین ایک بات مشابہ
دلیل عقلی کے عرض کرتا ہون وہ یہ کہ ہر شخص اپنے معاملات مین غور کر لے کہ اول تو کسی کی ہر تمنا پوری ہوتی نہین
کچھ نہ کچھ کسر رہ ہی جاتی ہے۔ لیکن خیر اگر کسی طرح سارا سامان راحت بہم پہونچا بھی لیا جاوے تب بھی چین جسکا نام ہے
وہ ہرگز کسی کے قبضہ مین نہین۔ بڑے بڑے سامان والون کو بھی دنیا مین راحت میسر نہین۔ عادت اللہ یون ہی
جاری ہے۔ اب دوسری حالت کو لیجئے یعنی جو خدا کی یاد مین مشغول ہین کیا معنی کہ جو اُسکے دھیان مین رہتے
ہین اور اسکی پوری پوری اطاعت کرنیوالے ہین کیونکہ بیٹھکر اللہ اللہ کر لینا محض یہی نہین اللہ کی یاد۔ پہلے یہ
سمجھ لیجئے کہ یاد کسے کہتے ہین یاد مین سب داخل ہے نام جپنا۔ دھیان رکھنا اُسکے ساتھ تعلق پیدا کرنا اور اصلی یاد
یہی ہے۔ اسکو حکیم سمجھنا یعنی اسکی حکمت کا اعتقاد رکھنا۔ اسکو رحیم سمجھنا یعنی اسکی رحمت کا اعتقاد رکھنا یہ سب
خدا کی یاد مین داخل ہے جس نے اس طریقہ سے اللہ کی یاد کی واللہ آپ دیکھ لیجئے گا اسمین تو بعد دیکھنے ہی کے کہتا
ہون کہ وہان ایسا سخت قلق نہیں ہے گو تشویش پیدا ہو لیکن انکے قلب تک پریشانی نہین پہنچتی چین نہین کہتا

رعب ہوتا ہے کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ کچھ کہے۔ اور آخر کہتے بھی تو کیا کہتے۔ اگر کہے کہ رنج ہوا تو اسکے اظہار کی کیا ضرورت اگر کہے کہ صبر کیجئے تو وہ خود ہی کئے بیٹھے ہیں آخر ہر جملہ خبریہ کی کوئی نہ کوئی غایت تو ہونی چاہیئے بڑی دیر کے بعد آخر ایک نے ہمت کر کے کہا کہ حضرت بڑا رنج ہوا فرمایا معلوم ہے کہنے کی کیا ضرورت ہے بس پھر سارا مجمع چپ۔ لوگ آتے تھے اور کچھ دیر چپ بیٹھکر چلے جاتے تھے حضرت حاجی صاحب کے انتقال کا صدمہ حضرت مولانا کو اسدرجہ ہوا تھا کہ دست لگ گئے تھے اور کھانا موقوف ہوگیا تھا لیکن کیا مجال کہ کوئی کچھ ذکر کرے۔ میں بھی اس موقع پہ حاضر ہوا۔ اب میں وہاں پہونچکر متحیر کہ یا اللہ کیا کہوں۔ آخر چپ ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ ایک مولانا ذوالفقار علی صاحب تھے حضرت مولانا محمود حسن صاحب سلمہ اللہ کے والد بڑے عاشق مزاج اور حضرت حاجی صاحب کے والہ و شیدا۔ انکا یہ رنگ تھا کہ جب میں حضرت حاجی صاحب کے انتقال کے بعد اول مرتبہ ان سے ملنے گیا تو میری صورت دیکھتے ہی بڑے جوش کے ساتھ کہا ؎

| | |
|---|---|
| چہ دل بلبل اگر باشد سر یاری ست | کہ مادر عاشق فراہیم و کار ما زاری ست |

اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے میں بھی آبدیدہ ہوگیا۔ خیر وہاں کچھ دل کی بھڑاس نکلی حضرت مولانا گنگوہی پر اتنے بڑے بڑے صدمات پڑے لیکن کیا ممکن کہ کسی معمول میں ذرا فرق آجائے چاشت تہجد اوابین کبھی معمول قضا نہ کیا کبھی موخر بھی نہیں ہونے پایا۔ یہانتک کہ کھانا بھی جب سامنے آیا تو اُسے بھی خدا کی نعمت سمجھکر کھا لیا آنیوالے کو یہ حالت دیکھکر خیال ہوتا تھا کہ انھیں کچھ بھی رنج نہیں حالانکہ رنج اسقدر ہوتا تھا کہ میں نے ایک عریضہ صاحبزادہ کی تعزیت کا لکھا تھا۔ اسکے جواب میں مجھے فقط یہ لکھا کہ شدت ضبط سے قلب و دماغ ماؤف ہوگیا ہے مجھکو حیرت ہوئی تھی کہ یہ بھی کیسے ظاہر فرما دیا بیحد عنایت تھی کہ اتنا لکھدیا۔ ورنہ وہاں ضبط کی یہ شان تھی کہ کسی طرح سے پتہ نہ چلتا تھا نہ چہرہ سے نہ زبان سے وہی معمولات وہی اذکار اشغال وہی تعلیم تلقین کسی معمول میں ذرا فرق نہیں۔ واللہ یہ تعلق مع اللہ کی قوت ہے۔ یہ وہ قوت ہوتی ہے کہ ؎

| | |
|---|---|
| موحد چہ برپائے ریزی زرش | چہ فولاد ہندی نہی بر سرش |
| امید و ہراسش نباشد ز کس | ہمین ست بنیاد توحید و بس |

انکا اعتقاد اور حال یہ ہوتا ہے کہ لا معبود الا اللہ۔ لا حکیم الا اللہ۔ لا مقصود الا اللہ کسی چیز کا اثر نہیں ہوتا یعنی عقل کو اور حواس کو پریشان نہیں کرتا۔ باقی اثر کیوں نہ ہوتا۔ وہ بے حس تھوڑا ہی ہوجاتے ہیں بلکہ انکی سی حس تو کسی میں نہیں ہوتی قلب پر بھی اُنکے اثر ہوتا ہے مگر وہ اثر پریشانی کی حد تک نہیں پہونچتا۔ بات یہ ہے کہ وہ سب شقوق پر رضامند رہتے ہیں کہ یوں ہوجاوے بہت اچھا یوں ہوجاوے بہت اچھا کسی حال میں ناراضی نہیں میرے پاس الفاظ نہیں ہیں اس کیفیت کے بیان کرنیکو۔ خدا نصیب کرے تو معلوم ہو۔ نہایت ہی اطمینان ہوتا ہے قلب کو ذوقی امر ہے۔ بیان سے سمجھ میں آ نہیں سکتا۔ تاہم ہم لوگوں کو اگر خود وہ کیفیت حاصل نہیں ہے تو انکے آثار کو تو دیکھ لیں

بالکل حکمت ہی سراسر رحمت ہے۔ بلکہ اُنھیں تفصیلاً حکمتیں معلوم ہوجاتی ہیں یہاں اُنکا درجہ حال میں ہوتا ہے۔ درجۂ اعتقاد میں تو سب مسلمانونکا ہے۔ اُنکو حال کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ یہی راز ہے کہ اُنھیں خدا سے زیادہ محبت ہوتی ہے بہ نسبت مخلوق کے یہ نہیں ہے کہ انھیں مخلوق کی محبت نہیں ہوتی مخلوق کی محبت بھی ہوتی ہے لیکن واللّٰہم اللہ مخلوق کی محبت محبتِ حق کے مقابلہ میں بالکل مغلوب گویا معدوم ہوجاتی ہے سوا نہ کیوقت معلوم ہوتا ہے کہ غالب غالب ہی ہے اور مغلوب مغلوب ؎

چو سلطانِ عزت علم برکشد — جہاں سر بجیب عدم درکشد
اگر آفتاب ست یک ذرہ نیست — وگر ہفت دریاست یک قطرہ نیست

جس وقت محبتِ حق کا غلبہ ہوتا ہے چاہے محبتِ مخلوق بھی ہو اور مخلوق کے کسی صدمہ سے کلفت بھی ہو لیکن اندر سے پریشانی نہیں ہوتی وہ کلفت پر بھی راضی ہی اور خوش ہے کہ ہمارے لیئے یہی مصلحت ہو اسمیں حکمت ہے یہی حال اُس کا دعا کے ساتھ ہے کہ عین دعا کے وقت بھی اتنا تقاضا نہیں ہوتا کہ ایسا ضرور ہو ہی جائے اگر نہ ہو تو بھی تنگی نہیں ہوتی وہ اُسپر بھی دل سے راضی ہے کہ خدا کی یہی رحمت ہے۔ غرض مذہب اُس کا یہ ہے۔ ؎

چونکہ بر میخت ببندد بستہ باش — چون کشاید چابک و برجستہ باش

اور اس کا یہ مذہب ہوتا ہے ؎

ناخوش تو خوش بود بر جان من — دل فدائے یار دل رنجان من

خواہ غم ہو یا خوشی راحت ہو یا تکلیف ہر حالت میں وہ راضی اور خوش ہو اُس کا مذہب یہ ہوتا ہے ؎

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدای تو — دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضای تو

اب اس سے بڑھکر کیا ہے کہ سب سے زیادہ مشکل اپنا مرنا ہے۔ آدمی زبان سے تو کہتا ہے کہ مجھے مرنے کی کچھ پروا نہیں لیکن امتحان کیوقت اُسکا دعوی غلط ثابت ہوتا ہے۔ تو سب سے مشکل اپنی موت کا معاملہ ہے لیکن اللہ والونکو اپنی موت کی بھی پروا نہیں۔ اور ایک حیثیت سے اپنے مرنے سے بھی زیادہ اہم اپنی اولاد کا مرنا ہے کیونکہ وہ محبوب بھی ہی اور محبوب کی جان اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ مگر انکی حالت تو شاذ و نادر کیوقت بھی یہ ہوتی ہے کہ ہمارے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جوان صاحبزادہ کا عین عید کے دن انتقال ہوا۔ اُدھر جوان بیٹے کی نزع ہو رہی ہی اُدھر نماز کا وقت قریب ہے مولانا نے اُنکے سر پر ہاتھ رکھکر کہا کہ لو بھائی خدا کے سپرد ہم تو جاتے ہیں کیونکہ ہمیں نماز پڑھنی ہے انشاء اللہ اب قیامت میں ملاقات ہوگی یہ کہکر رخصت ہوگئے اور نماز کا اہتمام شروع کردیا۔ آنکھ سے تو آنسو جاری تھے لیکن ایک کلمہ بے صبری کا زبان سے نہیں نکلا خوش تھے کہ اللہ کی یہی مرضی ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی کے بھی جوان صاحبزادہ کا انتقال ہوگیا۔ لوگ تعزیت کے لیے آئے لیکن چپ بیٹھے ہیں کہ کیا کہیں۔ اہل اللہ کا

کہ حضرات اہل اللہ کبھی بیمار نہیں پڑتے یا اُنکا کبھی کوئی بیٹا نہیں مرتا یا اُنپر کوئی مصیبت نہیں آتی۔ اوّل تو واقعی اُنپر مصیبتیں کم آتی ہیں اور اگر ایسا موقع ہوتا بھی ہے تو وہ پریشان نہیں ہوتے صورۃً نہیں بلکہ حقیقۃً پریشان نہیں ہوتے۔ اور یوں تو آخر وہ بھی بشر ہیں واقعات سے اُنکو کوفت بھی ہوتی ہے بلکہ بعض اوقات اُنسے بعض معاصی بھی صادر ہوجاتے ہیں یہ نہیں ہے کہ وہ فرشتے ہوجاتے ہیں اور اُنکو گناہ کا میلان ہی نہیں ہوتا جیسا کہ بعض عوام کا اعتقاد ہے اور واقعی میلان کا ہونا بھی تو کمال ہے۔ گناہوں سے بچنے میں فرشتوں کا کیا کمال ہے کیونکہ اُنھیں میلان ہی نہیں ہوتا اس غرہ میں نہ رہنا حضرت اُن کو میلان ایسا ہی ہوتا ہے جیسا اوروں کو بلکہ بعض دفعہ اوروں سے بھی زیادہ کیونکہ اُنکی حس نہایت لطیف ہوجاتی ہے مگر ہاں اسکے ساتھ ہی چونکہ اللہ تعالیٰ سے پورا تعلق ہے اس لئے تقاضائے نفس کے روکنے میں جو کلفت ہوتی ہے اُسکو برداشت کرتے ہیں اور واللہ اُس کلفت میں بھی ایک لذت ہوتی ہے سلطنت کی لذت میں بھی وہ مزا نہیں جو اُس لذت میں ہے اسکے سامنے سلطنت کی لذت کی کچھ حقیقت نہیں مثلاً ابتلا ہوگیا کسی صورت کیساتھ بلا قصد و باوجود اہتمام احتراز ہوتا ہے ایسا کیونکہ ادھر تو انکا ادراک لطیف ہوتا ہے اور پھر کسیکی تحقیر قلب میں ہوتی نہیں اس لئے اُنکو حسن سے ہوتا ہے بیحد میلان ہوتا ہے بس یہ حالت ہوتی ہے ؎

| | |
|---|---|
| اندرون سینہ من زخم بے نشان زدہ | بحیرتم کہ عجب تیر بے کمان زدہ |

مگر ساتھ ہی چونکہ انھیں محبت کا تعلق حق تعالیٰ سے ہوتا ہے جبھی بھی اور حقیقی بھی۔ اس لئے وہ محبت اس محبت پر غالب ہوتی ہے۔ اور وہ اسکو غالب کرتے ہیں عمل سے۔ یعنی اُسکے مقتضا پر عمل نہ کرنا کف عن المعصیت نظر کو روکنا خیال کو روکنا تصورات کو روکنا گو اسمیں سخت ضیق پیش آتی ہے لیکن اُسکو برداشت کرتے ہیں اپنے محبوب حقیقی کے واسطے۔ پھر ایک جدائی حلاوت محسوس ہوتی ہے اسکی بدولت۔ قول سعدی کے مصداق میں وہ بھی داخل ہیں ؎

| | |
|---|---|
| خوشا وقت شوریدگان غمش | اگر ریش بینند و گر مرهمش |
| دمادم شراب الم درکشند | وگر تلخ بینند دم درکشند |

اس ضبط کا کیا اثر ہوتا ہے۔ بس تھوڑے ہی دنوں کے بعد لذت آنے لگتی ہے کہ یہ ساری کلفت کسکے لیے لئے اور وہ بزبان حال کہتے ہیں ؎

| | |
|---|---|
| بجرم عشق تو ام میکشند و غوغائیست | تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست |

بس اس سے اُنکو حظ ہوتا ہے کہ محبوب حقیقی کے لئے یہ سب کلفتیں برداشت کر رہے ہیں ؎

| | |
|---|---|
| خورند از برائے نگاہے جفا ہا | کشند از برائے وصالے بلا ہا |

اور وہ کبھی ہمت نہیں ہارتے انکا عمل اسپر ہوتا ہے ؎

آنکھ نہ نظر آوے تو اُسکا دھوان تو نظر آتا ہے دیکھئے سب سے بڑی چیز اپنی موت ہے۔ اُسکے ساتھ دیکھ لیجئے ان حضرات کا کیا معاملہ ہے۔ حضرت حافظ فرماتے ہین اور کس ذوق و شوق سے فرماتے ہین ؎

| | |
|---|---|
| خرم آن روز کزین منزل ویران بروم | راحت جان طلبم وز پئے جانان بروم |
| نذر کردم کہ گر آید بسر این غم روزے | تا در میکدہ شادان و غزلخوان بروم |

حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ پہلے عطاری کی دوکان کیا کرتے تھے ایکدن اپنی دوکان پر بیٹھے نسخے باندھ رہے تھے۔ ایک درویش کمبل پوش دوکان کے آگے کھڑے ہوکر انھین تکنے لگے دیر تک اسی حالت مین دیکھ کر حضرت عطار نے فرمایا کہ بھائی جو کچھ لینا ہو لو کھڑے کیا دیکھ رہے ہو۔ درویش نے کہا مین یہ دیکھ رہا ہون کہ تمھارے دوکان مین جو شربت معجون بہت سی چمکتی ہوئی چیزین بھری پڑی ہین مین سوچ رہا ہون کہ مرتے وقت تمھاری روح کیسے نکلے گی جو اتنی چمکتی ہوئی چیزون مین پھنسی ہوئی ہے۔ اُس وقت حضرت عطار کو باطن کا تو جسکا تھا ہی نہین۔ بیدھڑک کہہ بیٹھے کہ جیسے تمھاری نکلے گی ویسے ہی ہماری بھی نکل جاویگی درویش نے کہا کہ میان ہمارا کیا ہے اور کمبل اوڑھ کر وہین دوکان کے سامنے لیٹ گیا۔ اول تو حضرت عطار یہ سمجھے کہ مذاق کر رہا ہے لیکن جب بہت دیر ہوگئی تو شبہ ہوا پاس جاکر کمبل اُٹھایا تو وہ درویش واقعی مردہ تھا بس ایک چوٹ دل پر لگی اور وہین ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوکر گر پڑے افاقہ ہوا تو دیکھا کہ دل دُنیا سے بالکل سرد ہوچکا تھا اُسی وقت دوکان لُٹا کر کسی پیر کی تلاش مین نکلے۔ پھر وہ طریق کے اندر کیسے بڑے عارف ہوئے ہین کہ مولانا فرماتے ہین ؎

| | |
|---|---|
| ہفت شہر عشق را عطار گشت | ما ہنوز اندر خم یک کوچہ ایم |

ایک بزرگ فرماتے ہین کہ اگر سلاطین کو اس دولت کی خبر ہو جاوے جو ہمارے پاس ہے تو تلوارین لیکر ہم پر چڑھ آوین کہ لاؤ ہمین دو۔ واللہ یہی بات ہے اس دولت کے سامنے کچھ حقیقت نہین سلطنت کی حضرت حافظ فرماتے ہین۔ اور مجھ سے سوائے اس کے کہ جنکا یہ حال تھا انکے اقوال نقل کر دون اور کیا ہو سکتا ہے۔ فرماتے ہین ؎

| | |
|---|---|
| مفروع دل زمانے نظرے بماہ روئے | بہ ازان کہ چتر شاہی ہمہ روز ہاؤ ہوئے |

اسی کو خاقانی کہتے ہین

| | |
|---|---|
| بس از سی سال این معنی محقق شد بہ خاقانی | کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی |

بالکل سچ بات ہی مین کس طرح آپکو یقین دلاؤن۔ ہان ایک تدبیر بتلاتا ہون جسکا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یون سمجھ مین نہ آوے تو خود امتحان کر لیجئے۔ اور جنکی یہ حالت ہے کچھ دن انکے پاس رہکر دیکھئے میرے دعوی کا یقین آجاویگا۔ اس کام کیلئے چھ مہینے خالی کیجئے۔ راہ تو دنیا کے متمول لوگون مین جاکر رہو اور تین مہینے اللہ والون مین۔ اور ان دونون کی اندرونی حالت کی تحقیق کرو کہ کس کی زندگی کس طرح گذر رہی ہے۔ واللہ آپ دوزخ اور جنت کا فرق پاوینگے یعنی دنیا

اپنی طرف سے تو ساری عمر تکلیف میں رہنے کے لئے آمادہ ہو جانا چاہیئے پھر مالک چاہے دو دن بھی تکلیف میں نہ رکھے۔ تمکو تجویز کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ یہ خدائی ہے یا بندگی ہے، جناب یہ بندگی ہے کوئی کھیل نہیں ہے۔ بس اپنا مذہب یہ رکھنا چاہیئے ۔ ع

| چونکہ برمیخت بہ بندد بستہ باش | چون کشاید چابک و برجستہ باش |
| --- | --- |

سوچو تو کہ اگر خدا نا کردہ ساری عمر کے لئے کوئی بیماری لگ جاتی مثلاً اندھا ہو جانا ہے تو کیا مر رہو گے آخر برداشت کرو گے اور عمر اسی طرح تیر کرو گے۔ اسی طرح اگر حق تعالیٰ کسی باطنی مصیبت میں مبتلا کر دیں تو صبر کرو انشاء اللہ غالب آؤ گے۔ اور اگر تکلیف برابر بھی رہیگی تو کیا ہے اگر اسی میں مر گئے تو شہید اکبر ہو گے حدیث شریف میں ہے مَنْ عَشِقَ فَكَتَمَ وَعَفَّ مَاتَ شَهِيدًا ۔ اگر کوئی عشق میں مبتلا ہو جاوے اور عفت اختیار کرے اور دوسرے کو رسوا نہ کرے بلکہ اپنے عشق کو چھپاوے یہانتک کہ وہ اسی حالت میں مرجائے تو وہ شہید مرتا ہے تصور بھی خلاف شریعت نہ کرے چاہے اس گھٹن اور تکلیف سے مر ہی جاوے لیکن خلاف شریعت کوئی کام نہ کرے۔ سنو تو آخر کسی دن تو مرو گے۔ یہ کیوں چاہتے ہو کہ نیت باندھ کر مریں اپنی مرضی سے ہم چاہیں جب پیدا نہیں ہوئے اپنی مرضی کے موافق تو موت اپنی مرضی کے موافق کیوں چاہتے ہو ذکا تربیت عظ عرض کرتا ہے کہ بیان نہایت جوش وخروش کے ساتھ ہو رہا تھا اور مجمع میں ایک سناٹا سا عالم تھا بالخصوص ایک صاحب پر جو عشق مجازی میں مبتلا تھے بیحد اثر تھا اور شروع نہایت شدت کے ساتھ گریہ طاری تھا ۔ ان کو ایک دوسرے صاحب بار بار دیکھتے تھے حضرت نے ان کو جھڑکا کہ یہ کیا لغو حرکت ہے ۔ تم اپنے کام میں لگو تم یہ کیوں چاہتے ہو کہ جیسے ہم چاہیں ویسے زندہ رہیں اور جیسے ہم چاہیں ویسے مریں بھئی تم کیا حق ہے کہ یہ چاہو وہ تو جیسے چاہیں گے رکھیں گے آرام میں یا تکلیف میں اور جس حالت میں چاہینگے ماریں گے لیکن میں تو بشارت دیتا ہوں کہ اگر تم اپنی طرف سے عمر بھر تکلیف میں رہنے کے لیے آمادہ ہو جاؤ گے تو اس تفویض کی برکت سے انشاء اللہ بہت جلد راحت نصیب کر دیں گے اور ایسی راحت نصیب کریں گے کہ تم بھی راحت سمجھو گے ہمت کر کے تو دیکھو ع

چند روزے جہد کن باقی بخند۔ بس چند روز کی مصیبت ہے پھر ہنسنا ہے کھیلنا ہے۔ وعدہ ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً ۔ نافرمانی میں خاص اسی وقت تو لطف آتا ہے لیکن پھر بعد کو بس پوری مصیبت کا سامنا ہے مثلاً دن کو ایک حسین عورت سامنے سے گذری نفس نے دیکھنے کا بہت تقاضا کیا لیکن فوراً آنکھیں بند کر لیں نظر کے روکنے میں اس وقت تو بہت تکلیف ہوگی لیکن جب آگے ہو گئے تو واللہ دیکھو گے کہ دل میں ایک بہار ہوگی اور سارا دن ساری رات آرام میں گذریگا اور اگر نظر بھر کر دیکھ لیا اور پھر چار دن نظر نہ آئے تو دوزخی کی زندگی گذرے گی کہتے ہیں کہ صاحب نظر کے روکنے کی کلفت نہیں اٹھتی

| حیران آشیانت بیگانہ گشتی | چو دو نان چند این ویران گشتی |
| --- | --- |

اب اس سے یہ بھی سمجھ لو کہ تمکو دنیا و آخرت کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئیے اور اس کو اس مثال سے سمجھو کہ
تم کبھی جلال آباد سے مظفر نگر جاتے ہو تو جو چیز وہان اچھی ہوتی ہے اُس کو یہان لاکر برتتے ہو۔ پھر یہان دُنیا
مین آکر آخرت سے کیون ایسے اجنبی ہوگئے۔ چاہئیے یہ کہ دُنیا بھی ملے تو آخرت ہی کیواسطے لیجاؤ۔ قارون کو خطاب
ہے وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللّٰهُ إِلَيْكَ
وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ الآيہ ترجمہ دُنیا مین سے کچھ حصہ آخرت کے لئے لیلے اور بھول مت اپنے اس حصہ
کو جیسے باہر جلال آباد کے تلاش معاش مین جاتے ہو وہان سے کما کر لاتے ہو اسیطرح آخرت کیلئے یہان سے کمائی (یہان کیلئے)
کرکے اور ہیٹور (؟) کر وہان لیجاؤ۔ یہان سے ذخیرہ آخرت جمع کرکے اپنے رب کے پاس پھر لوٹ جاؤ۔ دُنیا مین
آخرت کی فکر سے غافل مت رہو کیونکہ جہان سے آئے تھے وہین لوٹ کر جانا ہے اور یہان سے لوٹکر وہان جاؤ تو کس
طرح جاؤ جسطرح آگے اس نفس کے خطاب مین فرماتے ہین رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً تم اللہ سے راضی ہو اللہ تم سے راضی
دیکھئیے بہت لوگ لاکھون روپیہ حکام کے خوشنود کرنے کو خرچ کرتے ہین کیا ہر حاکم کی خوشنودی تو مطلوب ہو
اور حاکم حقیقی ہی کی خوشنودی مطلوب نہو۔ پھر ارشاد ہوتا ہے فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي۔ میرے خاص
بندون مین داخل ہوجا اے نفس مطمئنہ اور داخل ہوجا میری جنت مین۔ حق تعالیٰ نے یہان دو چیزون کا ذکر فرمایا ہے
ہین۔ خاص بندون مین شامل ہونا اور جنت مین داخل ہونا۔ ذرا غور تو کیجئے خاص بندون مین داخل ہونیکو
پہلے فرمایا ہے پھر جنت مین داخل ہونا مذکور ہے۔ یون معلوم ہوتا ہے کہ اصل چیز خاص بندون مین شامل
ہونا ہے جس کی بدولت جنت ملیگی۔ اس جگہ اشارۃً یہ بات بھی ظاہر فرمادی کہ اگر ہمارے خاص بندون کے
ساتھ لگے لپٹے رہوگے تو جنت مین داخل ہونا نصیب ہوجاویگا۔ اسی کو مولانا فرماتے ہین ؎

| بے عنایات حق و خاصان حق | گر ملک باشد سیہ ہستش ورق |
| --- | --- |

بہت لوگ اس غرہ مین ہین کہ کتابین دیکھکر ہم کرسکتے ہین اپنی اصلاح۔ کیونکہ کتابون مین سب طریقے مذکور
ہین۔ یہ بالکل غلط خیال ہے واقفان فن اور اہل تجربہ سب اس پر متفق ہین کہ عادۃً ایسا ہرگز نہین ہوسکتا
بدون ماہر فن شیخ کامل کے آدمی تنہا اپنی اصلاح نہین کرسکتا محض کتابین دیکھکر تربیت باطن تو بڑی چیز ہے
دُنیا ہی مین نظیرین دیکھ لو۔ بلا اُستاد کے کوئی فن نہین آسکتا کتاب خوان نعمت موجود ہے۔ اُس مین سب
کھانون کی ترکیبین مفصل درج ہین۔ یعنی پلاؤ کس طرح پکایا جاتا ہے۔ شامی کباب کس طرح بنتا ہے۔ بھلا کوئی
پلاؤ اور شامی کباب پکا تو لے بے اُستاد کے محض کتاب مین ترکیب دیکھکر۔ اسی طرح تربیت باطن ہو نہین
سکتی بدون شیخ کے۔ مولانا فرماتے ہین ؎

میں کہتا ہوں کہ ایک منٹ کی تو کلفت نہ اُٹھی اور چار دن کی کلفت اُٹھا لوگے یہ تو وہی ہوا کہ گنا نہ دے بھیلی دے۔ بعض کو بعض معاصی کی نسبت یہ غلطی ہو گئی ہے کہ ایک مرتبہ اچھی طرح دل کھول کر گناہ کر لینے سے ارمان نکل جاویگا حالانکہ یہ بالکل غلط ہی اس سے قلب کے اندر جڑ اور زیادہ جمتی ہے گو اُس وقت کچھ تسکین سی ہو جاتی ہے۔ تماکو کی سی لت ہے کہ جتنا پیو گے اُتنی ہی اور لت بڑھیگی۔ اور اگر ہر بار خواہش کو روک لوگے تو کچھ دن بعد بالکل بجھ جاویگی یوں ہی نفس کو مارو۔ انشاء اللہ مادہ فاسد جڑ پیڑ سے نکل جاویگا۔ خلاصہ عذر کا یہ ہوتا ہے کہ صاحب ہمت نہیں ہوتی۔ دین کیواسطے تو ہمت نہیں ہوتی اور دُنیا کے واسطے بڑی ہمتیں کرتے ہو حضرت اگر کوئی حاکم آپ پر ایک شخص کو مسلط کر دے کہ جس وقت یہ نامحرم پر نظر کرے فوراً اُسکی آنکھوں میں سلائی دیدینا تو سچ کہیے کیا پھر بھی نظر کو نہ روک سکوگے۔ دیکھیں تو پھر نظر کیسے نہیں رکتی۔ پھر افسوس ہے اللہ میاں کے تکلو نکا ڈر نہیں۔ بات یہ ہے کہ تکلیف اُٹھانا گوارا نہیں۔ ورنہ سب کچھ ممکن ہے۔ خدا کے طالب نہیں راحت کے طالب ہیں مگر راحت حقیقی بھی تو اللہ ہی کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے فرماتے ہیں اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ؎

| | | | |
|---|---|---|---|
| ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست | | جز بخلوت گاہِ حق آرام نیست | |

چہ معنی جاوے مصیبت ؎

| | | | |
|---|---|---|---|
| گر گریزی بر امید راحتے | | زان طرف ہم پیشت آید آفتے | |

پس بجز خلوت گاہ حق کے کہیں آرام نہیں ؎

| | | | |
|---|---|---|---|
| ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست | | جز بخلوت گاہ حق آرام نیست | |

اطمینان قلب کہیں میسر نہیں ہو سکتا۔ اگر اطمینان قلب چاہتے ہو تو قلب کے اندر اللہ کی یاد بسا لو۔ یہ میں نہیں کہتا کہ ذکر شروع کرتے ہی اطمینان کا درجہ کامل ہو جاویگا بلکہ جیسے کہ سبب اطمینان کا تو جتنا ذکر بڑھیگا اتنا ہی اطمینان کا درجہ بڑھیگا جب کہ کامل ہو جائیگا اطمینان بھی کامل ہو جاویگا۔ پھر اس دولت سے مشرف ہو کے مرتے وقت اور صاحب سچ یہ ہے کہ ہزار زندگیاں قربان ایسے مرنے پر کہ ارشاد ہوگا يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ۔ ای جان اطمینان والی جسکو ذکر اللہ میں حاصل تھا آجا اپنے رب کیطرف اور لفظ ارجعی میں ایک لطیفہ ہے یعنی اسمیں اشارہ ہے کہ تم تو خدا ہی کے پاس تھے یہاں تو تم آکر اجنبیوں میں مبتلا ہو گئے تو تمہارا مرنا اصل کیطرف واپس جانا ہی اسی کو فرماتے ہیں ؎

| | | | |
|---|---|---|---|
| ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش | | باز جوید روزگارِ وصل خویش | |

حضرت عارف جامی کہتے ہیں ؎

| | | | |
|---|---|---|---|
| ولا تا کے دریں کاخ مجازی | | کنی مانند طفلان خاک بازی | |

کھیت دکھلاؤں۔ راستہ میں کھیتوں کی ڈولیں تھیں چلتے چلتے پیر صاحب کا پیر جو پھسلا تو منڈھ کے نیچے جا رہے
دیہاتی نے اوپر سے ایک لات اور رسید کی کہ شرم نہیں آتی کہتا تھا کہ میں تمہارے پل صراط پر چلتا ہوں جو
بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ چار انگل کی منڈیر پر تو تجھ سے چلا ہی نہ گیا پلصراط پر تو کیا
چلتا ہوگا تو جھوٹا ہے۔ جا ہم کھیت نہیں دیتے۔ بیچارے رستہ ہی سے لوٹ آیا۔ لات ماری الگ اور کھیت
چھین لیا سو الگ۔ اب ایسے جھوٹے پیروں نے عوام میں گڑھ رکھا ہے۔ ذہن نشین کرا رکھا ہے کہ پیر سارا بوجھ
اٹھا لیتا ہے۔ آخرت کا بوجھ بھی اسی کے سر پر اور دنیا کا بوجھ بھی اسی کے سر پر۔ تو وہ پیر کا ہیکڑ ہوا پلہ دار
ہوا آخرت کا اور دنیا کی مثال بھنگی کی سی ہوئی کہ تم کو تو ہم اٹھا دیں گے وہ جنت میں بھی اسی کے ذریعہ فتح
ہو جاوے گا۔ بیٹا بھی اسی کے ذریعہ ہو جاوے گا۔ ارے وہ تو دنیا کا اپنا بوجھ بھی نہیں اٹھاتے تمہارا تو کیا اٹھاویں گے
یہاں پر میں ایک مثال دیتا ہوں جو دوستوں کے کام آوے گی۔ پیر اور مرید کا تعلق بالکل مریض اور طبیب کا سا ہے
مریض اگر طبیب سے صرف یہ کہہ دے کہ میں آج سے تمہارا مریض ہوں اور طبیب اس سے اقرار کرلے کہ میں آج سے
تیرا طبیب ہوں تو کیا محض اس عہد و پیمان ہی سے شفا ہو جاوے گی۔ ہرگز نہیں۔ علاج کرانا ہی ہوگا طریقہ
یہ ہوتا ہے کہ جا کر طبیب سے خود مرض کو بیان کرتے ہیں خود کہتے ہیں کہ یہ دکھ ہے مجھے یہ نہیں کرتے کہ گئے اور
چپ بیٹھ گئے۔ اسی طرح روز چار گھنٹے بیٹھ آئے نہ کچھ حال کہتا نہ نسخہ لکھواتا۔ نہیں بلکہ وہاں تو بار بار اپنے
ایک حال کو بالتفصیل طبیب کے سامنے بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتا بھی ہے کہ میں سمجھ گیا لیکن اصرار ہوتا ہے کہ
ذرا اور سن لیجئے تسلی نہیں ہوتی کہ شاید کوئی اور بات بیان کرنے سے رہ گئی ہو لیکن پیر کی خدمت میں کبھی کوئی کسی
کوئی حال اپنے امراض باطنی کا نہ کہا جاوے بلکہ تمہارے اندر جو امراض ہیں ان کو وہ خود ہی بیان کریں اور
خود ہی بدون تمہاری طلب کے ان کا علاج کر دے۔ گویا وہ تو گراموفون ہوا کہ تمہارے دل کے اندر جو کچھ ہے وہ
خود بخود اس کے دل میں آ جاوے اور اگر کشف کا کچھ شبہ ہو تو خوب سمجھ لیجئے کہ اول تو کشف اختیاری نہیں کہ جس وقت
چاہا دوسرے کے دل کا حال معلوم کر لیا۔ دوسرے اگر کشف ہو بھی گیا تو یہ دل سے طبیب کو اس کی جوتی کو
غرض پڑی ہے کہ زبردستی سر ہوتا پھرے وہ محتاج نہیں ہے یہ خود محتاج ہے مانگے گا تو دیگا۔ اور اگر
مانگتے بھی عار آتی ہے تو اس کو جوتی سے ٹھیک ہے کہ کشف تو ان کے نزدیک کوئی قدر نہیں۔ وہ تو اس کو
کمال سمجھتے ہیں نہ اس پر اعتماد رکھتے ہیں۔ کشف اپنی نفس حجت نہیں۔ اور واقعی کشف کوئی چیز قابل فخر کے نہیں
بھی نہیں۔ کافروں تک کو کشف ہوتا ہے۔ جوگیوں کو کشف ہوتا ہے۔ شیطان کو کشف ہوتا۔ بلکہ جانوروں
تک کو کشف ہوتا ہے۔ یہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ بہائم کو قبر کا عذاب منکشف ہوتا ہے۔ اچھا صاحب یہ
حقیقت ہے کشف کی جس کو بڑا کمال سمجھتے ہیں پیروں کا۔ غرض یہ ہے کہ طبیب سے جس طرح رتی رتی اپنا حال کہا ہے

| | یار باید راہ را تنہا مرو | | بے قلاؤز اندرین صحرا مرو |
|---|---|---|---|

کوئی رفیق ڈھونڈھ۔ بدون رہبر کے اس صحرا میں قدم مت رکھو۔ آگے فرماتے ہیں ؎

| | ہر کہ تنہا نادر این رہ را برید | | ہم بعون ہمت مردان رسید |
|---|---|---|---|

یعنی اگر شاذ و نادر کسی نے اس راہ کو تنہا قطع بھی کر لیا ہے تو یہ محض ظاہر میں ایسا معلوم ہوتا ہے ورنہ در اصل کسی نہ کسی مرد خدا کی توجہ اس کے ساتھ بھی متعلق رہی ہے گو خود اسکو اسکی خبر بھی نہو کہ کدھر سے یہ فیض آ رہا ہے۔ یہ میں نہیں کہتا کہ مرید ہو جاؤ۔ یہ تکمیلا ہے۔ بیعت برکت کی چیز ضرور ہے۔ اس سے انکار نہیں لیکن اصل چیز محبت اور اتباع ہے اس کے ہوتے ہوئے اگر عمر بھر بھی مرید نہو تو مطلق حاجت نہیں۔ بڑا ناس کیا ہے پیری مریدی کا بہت سے پیروں نے۔ لوگوں کو یہ سکھلایا ہے کہ بغیر مرید ہوئے کچھ نفع ہی نہیں ہوتا حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ ان سے اگر کوئی مرید ہو گیا پھر چاہے اسکی کیسی ہی بری حالت ہو تب بھی اس سے راضی اور اگر مرید نہوا تو بعض اسکو تعلیم تلقین ہی نہیں کرتے جبتک مرید نہو یعنی وہ لوگ عام طور پر اذکار اشغال بتلانے سے بخل کرتے ہیں جیسے کوئی طبیب ہو جسکو کچھ آتا جاتا نہو وہ اپنے مطب کے نسخوں کی بڑی حفاظت کرتا ہے کہ اگر مطب کے نسخے ہی بانٹ دیئے تو پھر اس کے پاس کیا رہ جاویگا۔ خلاصہ یہ کہ مرید چاہے ہو یا نہیں لیکن کسی محقق سے تعلق پیدا کرو۔ اگر منزل مقصود تک پہنچنا چاہتے ہو تو پہلے راستہ ڈھونڈھو۔ اول تو بعضے تعلق ہی نہیں پیدا کرتے اور بعضے تعلق پیدا کرتے ہیں تو یہ صرف یہ کہ مرید ہو گئے۔ بس اسی کو کافی سمجھتے ہیں رہا ذکر شغل وغیرہ اور اصلاح نفس اسکو پیر کے ذمہ سمجھتے ہیں۔ گویا جس کو استاد بنایا انہی کے ذمہ سبق بھی یاد کرنا ہو گیا۔ ارے اگر استاد نے سبق بھی یاد کر لیا تو اس کے یاد کر لینے سے تجھے تو یاد نہیں ہو گیا۔ یہ سمجھ رکھا ہے کہ مرید ہوتے ہی بس سب ٹاٹ پالان پیر کے ذمہ ہو گیا بقول کسی جاہل دیہاتی کے پیر کے۔ ایک گانوں کا پیر اپنے ایک دیہاتی مرید کے پاس پہونچا۔ پیر صاحب کسی بیماری سے اٹھے تھے اس لیئے دبلے بہت ہو رہے تھے۔ دیہاتی نے دیکھکر کہا کہ اے پیر توں (یعنی تو) دبلا بہت ہو رہا ہے پیر جی۔ پیر نے موقع غنیمت سمجھا کہا ارے بھائی دبلا نہ ہوں تو کیا ہوں۔ روزے تم نہیں رکھتے وہ مجھے رکھنے پڑتے ہیں تمہارے بدلے۔ نماز تم نہیں پڑھتے وہ مجھے پڑھنی پڑتی ہے تمہاری طرف سے۔ روزے نماز نے تمہارے مجھے دبلا کر رکھا ہے۔ اور سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ مجھے تمہارے عوض پلصراط پر چلنا پڑتا ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ دیہاتی نے یہ سن کر کہا کہ دوہ دوہ تجھے بڑی محنت ہمارے لئے کرنی پڑتی ہے۔ جا میں نے تجھے اپنا موچی کا کھیت دیدیا۔ پیر صاحب نے سوچا کہ یہ دیہات کے لوگ ہیں ان کا کیا اعتبار ابھی تو دے رہے ہیں پھر کہیں نیت بدل جائے۔ اس لیئے ابھی چل کر کھیت پر قبضہ کر لینا چاہیئے۔ کہا تم چل کر قبضہ کرا دو۔ دیہاتی ساتھ ہو لیا۔ اور پیر کو آگے کیا کہ اچھا چل میں تیرے وہ

دو چیزیں خلاصہ کے طور پر یاد رکھیئے - اطلاع و اتباع - یہ دونوں لفظ ہم قافیہ بھی ہیں - آسانی کے ساتھ یاد
بھی رہیں گے - امراض اور حالات کی اطلاع کرتا رہے اور جو کچھ شیخ تجویز کرے اُس کا اتباع کرتا رہے -
بس انھیں دو چیزوں کو عمر بھر لئے رہے - اپنا کچا چٹھا کہدے - لوگ پیروں سے اپنے مرضوں کو چھپاتے
ہیں - بھلا بے کہے کسی کا مرض کیسے آجاوے ذہن میں - یہاں تک چاہیئے کہ اگر کوئی نیا کام دنیا کا بھی کریں
تو اتنا پوچھ لیں کہ باطن میں تو مضرت نہ ہوگا - ہم یہ تجارت کرنا چاہتے ہیں - ہمارے مناسب ہے یا نہیں - اس غرض
سے نہ پوچھے کہ یہ معلوم ہو جاویگا کہ اس تجارت میں نفع ہوگا یا نہیں اور پیر صاحب اللہ میاں سے پوچھکر کہدینگے
کہ ہاں ہوگا - اس غرض سے ہرگز نہ پوچھے یہ گندی غرض ہے - بلکہ یہ پوچھے کہ ہم فلاں تجارت کرنا چاہتے ہیں
وہ ہمارے باطن کو مضر نہ ہوگی - ہم فلاں عہدہ پہ منتقل ہونا چاہتے ہیں - ہم انگریزی پڑھنا چاہتے ہیں
یا طب پڑھنا چاہتے ہیں یہ ہمارے باطن کو تو مضر نہ ہوگا - یہ ہیں پوچھنے کی باتیں - اب تو یہ حال ہے کہ جو جی
میں آیا کر لیا - پیر کو خبر بھی نہیں - چاہے باطن کا بیڑا ہی ہو جاوے - کہتے ہیں یہ ہمارے دنیا کے معاملات ہیں
اُن کی اطلاع کی کیا ضرورت ہے - حالانکہ ان معاملات کا بھی باطن پہ بڑا اثر پڑتا ہے - اس لئے جب کوئی نیا کام
دنیا کا کرے ضرور اسکی اطلاع کرکے پیشتر مشورہ لیلے - یہ ہے گویا طریقہ اپنی اصلاح کا یاد رکھو - آئندہ اپنے مرض
کا کہنا ضروری ہے - اور اگر آپ اپنے امراض اسلئے چھپاتے ہیں کہ ہمکو ذلیل سمجھیں گے تو یہ خبط ہے آپ سمجھیں کہ پیر
کسی کو ذلیل نہیں سمجھتے اگر تمہارا یہ خیال ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اسکو پیر ہی نہ سمجھا - اول تو پیر متکبر
نہیں ہوتا وہ خود اپنے آپ کو سب سے زیادہ ذلیل سمجھتے ہیں - پھر ایسا شخص دوسروں کو کیا ذلیل سمجھیگا میں آپکو
اطمینان دلاتا ہوں کہ جو اہل تحقیق ہیں سب ہیں وہ اپنا جانتے کسیکو حقیر نہیں سمجھتے غصہ کرنا اور بات ہے
اس کے راز ہیں دو - دو چیزیں انکی نگاہ میں ہر وقت رہتی ہیں - ایک تو اپنے عیب جسکی دونوں آنکھیں پھو
ٹ ہوں وہ کانے پہ کیا ہنسے - دوسرے وہ عالم میں حق تعالیٰ کے تصرفات کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ
سبکی ڈوریاں اللہ میاں کے ہاتھ میں ہیں جنکو اُدھر کھینچا وہ اُدھر کھنچ گئے جنکو ادھر کھینچ لیا وہ ادھر کھنچ گئے
اسلئے یہی وجہ ہے کہ وہ کسیکو حقیر نہیں سمجھ سکتے - غرض بلا خوف اپنے سب امراض ظاہر کردو اور علاج کرو جو کچھ
وہ بتلائیں - یہ ہے طریق خاص بندوں میں داخل ہونے کا جس کا اشارہ فادخلی فی عبادی میں ہے - اور یاد رکھو
یہ وہ دولت ہے کہ اس کا آخرت میں تو حظ حاصل ہوہی گا - دنیا میں بھی حاصل ہو جاتا ہے - اس کا وہ حظ ہے
کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب سے یہ سنا ہے کہ جنت میں آپس میں دوستوں میں ملاقاتیں
ہوا کرینگی مجھے جنت کی تمنا ہو گئی ہے یعنی ملاقاتیں احباب فی اللہ یعنی اللہ کے بندوں کی اور اللہ کے بندوں سے
مشتاق ہونا یہ جنت کی بھی اصل ہے جنت اسکی شاخ اور فرع ہے - گویا بالقوہ دنیا ہی میں جنتی ہے وہ شخص جسے

کر دیتے ہو اور اپنے روگ چھپانا نہیں چاہتے اسی طرح پیر سے بھی اپنا کچا چٹھا بیان کر دو۔ یہاں تو یہ حال ہے
کہ خود تو کیا بیان کرتے اگر کوئی پیر خود ہی کسی بات پر ٹوکتا ہے تو باتیں بنانے بیٹھ جاتے ہیں۔ کسی غلطی پر متنبہ
کیا تو وہیں اس کی توجیہ کرنی شروع کر دی۔ جب تم کہتے ہو کہ ہمارے اندر عیب نہیں تو دوسرا کس چیز
کی اصلاح کرے جب تم بیمار ہی نہ ہو تو طبیب علاج کیا کرے ؎ اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست
مولانا فرماتے ہیں ؎

ہر کجا دردے دوا آنجا رود ۔ ہر کجا رنجے شفا آنجا رود
ہر کجا مشکل جواب آنجا رود ۔ ہر کجا پستی ست آب آنجا رود

جب تم نے مرض ہی نہ بیان کیا تو کوئی علاج کیا کرے اگر پیر کسی عیب پر متنبہ کرے تو اسکی تقریر کو خوب
غور سے سنے اور سوچے سمجھے یہ نہیں کہ توجیہ کرنی شروع کر دے۔ بلکہ اگر وہ عیب اس میں نہ بھی ہو تب بھی اسکا
کیا بگڑ گیا چلو ایک کام کی بات ہی معلوم ہو گئی۔ اگر خارش نہیں ہے تب بھی نسخہ تو پوچھ لو کسی وقت کام
آویگا پھر تمہارا یہ سمجھنا بھی قابل اعتبار نہیں کہ ہم میں یہ عیب نہیں بعض اوقات اپنا مرض خود اپنی سمجھ میں
نہیں آتا طبیب نے نبض اور قارورہ دیکھکر اپنی بصیرت فن سے یہ تشخیص کیا کہ خارشت کا مادہ یعنی سودا
بدن میں پیدا ہو چکا ہے اسکا جلد انسداد کرنا چاہیئے ورنہ عنقریب خارشت ہونے والی ہے۔ یہ سنکر مریض کو
چاہیئے کہ فوراً علاج کی فکر شروع کر دے۔ یہ نہیں کہ اس کی تردید شروع کر دے کہ نہیں صاحب میں بالکل
تندرست ہٹا کٹا ہوں۔ مجھے کیوں خارشت ہوتی خلاصہ یہ کہ پیر کے سامنے اپنا اصلی مرض بھی بیان
کر دو اور خود بیان کر دو۔ اسکے منتظر نہ رہو کہ وہ خود پوچھے یا کشف سے معلوم کرے جب طبیب سے حال
کہا جاتا ہے تو وہ مرض تشخیص کر کے نسخہ لکھتا ہے۔ اس کے استعمال کے بعد پھر اطلاع حالات کی ضرورت ہوتی
ہے کہ اب یہ حال ہے پھر اسکے مطابق نسخہ میں مناسب تغیر تبدل کیا جاتا ہے یہی طریقہ شیخ سے رجوع
کرنے کا ہے کہ اول مرض بیان کرو پھر وہ جو کچھ تجویز کر دے ذکر شغل مجاہدہ یا اور کچھ علاج اس پر عمل کر کے
اطلاع ان باتوں کی دو کہ یہ مرض تشخیص کیا گیا تھا۔ یہ علاج تجویز کیا گیا۔ اسکو میں نے اتنے دن استعمال کیا۔
اب یہ حال ہے۔ اب پھر آگے کونسا نسخہ استعمال کریں۔ آپ یہاں سے بتلا دیجئے فہمیدی کتنے روحانی مریض
ہیں جو ایسا معاملہ پیروں کے ساتھ کرتے ہیں پھر الٹی پیروں کی شکایت ہے کہ توجہ نہیں کرتے اب پیر کیا سر
دیتے ہیں۔ کبھی تم نے اپنا مرض بیان کر کے علاج تجویز کرا کے اس پر عمل کر کے حالات کی اطلاع دیکر آیندہ کو
ہدایت لی۔ ہاں بس ہاتھ میں ہاتھ دیکر اور مریدی کا نام کر کے پھر غائب مطلب سب کام طریقہ سے ہوا کرتے ہیں۔
غرض قاعدہ کلی جو ہادی میں چھ خاص شعبوں کے ساتھ شامل ہونیکا ذکر ہے اسکا طریقہ مرتباً آئیگا یہ جو میں نے بیان کیا

حضرات اکثر ایک کھانا کھاتے ہیں اور بڑے لطف سے کھاتے ہیں اصرار اس لطف کیلئے ترستے رہجاتے ہیں ہم نے
بھی مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی کے یہاں اکثر ارہر کی دال اور روٹی کھائی تھی جو مزہ انکے اس کھانے
میں آیا وہ بڑی بڑی دعوتوں میں بھی نہیں آیا اس دال پر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لطیفہ یاد
آیا۔ انکے یہاں کوئی رئیس مہمان آئے۔ گھروالوں نے پوچھا کہ کیا پکانا چاہیے۔ فرمایا اس دال روٹی کا [illegible]۔
عرض کیا گیا کہ حضرت یہ لوگ ایسے ایسے لذیذ کھانوں کے کھانے والے بھلا انکو دال کیا پسند آئیگی۔ فرمایا کہ یہاں
کل جدید لذیذ۔ انکے لیے تو یہی چیز نئی ہے۔ انھیں ضرور یہی کھانا کھلانا چاہیے۔ خیر یہ تو لطیفہ تھا مطلب
یہ تھا کہ خوشامد کی کیا ضرورت ہو وہاں کسی کی خوشامد نہ تھی۔ غرض انکو کھانے میں بھی بڑا لطف آتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ سارے
چین حالی قالی مالی ظاہری باطنی روحانی جسمانی دنیوی اخروی اگر ہیں تو اللہ سے تعلق رکھنے والوں کو۔ وہ افلاس
میں بھی راضی مرض میں بھی راضی تکلیف میں بھی راضی مصیبت میں بھی راضی غرض سب پر راضی۔ کسی حالت
پر ناراض ہی نہیں۔ اب میں ایک حکایت حضرت بہلول کی نقل کرکے ختم کرتا ہوں حضرت بہلول سے ایک بزرگ
نے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ فرمایا میاں اس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو کہ دنیا کا کوئی کام ایسا نہیں جو اسکی
خواہش کے موافق نہ ہوتا ہو۔ حضرت بہلول نے عرض کیا کہ حضرت ایسا کہاں سے ہو سکتا ہے یہ تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا
فرمایا جس نے اپنی خواہش کو خدا کی خواہش میں فنا کردیا ہو اسکی خواہش کے خلاف کوئی کام ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ
ظاہر ہے جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے خدا کی خواہش کے موافق ہو رہا ہے اور اس شخص کی خواہش خدا کی خواہش
میں فنا ہو کر عین خواہش حق ہو گئی ہے۔ لہذا جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اسکی خواہش کے موافق ہو رہا ہے اور جب خواہش
کے موافق ہے تو خواہ کسی حالت میں بھی ہو چین ہی چین ہے۔ خلاصہ بیان کا یہ ہوا کہ بس ذکر اللہ ہی ٹھہری ایک چیز جس پر
چین اور اطمینان منحصر ہے اور جسکا طریقہ بھی معلوم ہو گیا اس طریقہ کا مبنی ہے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا اور انکی شفقت کا
مراقبہ۔ اس مجموعی طریق پر عمل کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ وہ حالات پیدا ہونگے جسکو ذکر حقیقی کہہ سکتے ہیں۔
خلاصہ طریق کا یہ ہے کہ کسی صاحب کو اپنا رہبر تجویز کرو اور اس کی پیروی کرو اور انکے دامن کے سایہ میں رہکر زندگی
ختم کردو۔ اسکے سوا نہ کہیں چین ہے نہ آرام۔ میں پھر وہی شعر پڑھتا ہوں ؎

ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست — جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

مجھے جو کچھ کہنا تھا وہ میں کہہ چکا۔ اسکے بعد آپ کو اختیار ہے۔ اب دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرماویں

بحمد اللہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات ۵

اللہ والون کے ذریعہ سے اللہ سے تعلق پیدا کیا۔ ابتو آپ کو اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ یہ ثمرہ ہے اطمینان کا اور یہ طریقہ
ہے اطمینان حاصل کرنیکا۔ دیکھا آپ نے اطمینان کیا چیز ہے۔ گو یا دُنیا کا بھی نفع اور دین کا بھی نفع۔ اسی کو فرماتے
ہین اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ ہوشیار ہو کر سن لو قلوب کا اطمینان صرف ذکر اللہ سے حاصل ہوتا ہے اور کسی
چیز سے نہین۔ اسکے بعد اب ضرورت نہوگی کسیکو پریشان ہونے کی۔ اگر پریشانیون سے بچنا چاہتے ہو۔ مثلاً
بے اولاد ہو یا کوئی بیماری ہے جس سے تنگ آگئے ہو تو اصلی علاج یہ ہے کہ خدا سے تعلق پیدا کرو۔ پھر دیکھنا
کہان ہے پریشانی امراء کو ناز ہے اپنے پلاؤ قورمون پر۔ اہل اللہ کو اپنے روکھے سوکھے ٹکڑون مین وہ مزا ہے جو
اُنکو پلاؤ قورمون مین بھی نہین۔ مین ان چیزون کے کھانیکو منع نہین کرتا مطلب میرا اس کہنے سے یہ ہے کہ آپ کو
ایک مزہ گھی کا ہے اور ایک مزہ گوشت کا۔ اُنکو تیسرا مزہ اس تصور کا ہے کہ یہ خدا کی دی ہوئی چیز ہے۔
محبوب کے ہاتھ کی دی ہوئی مٹھائی ہے۔ جب یہ تصور قائم ہوگیا پھر واللہ اُنکو اس تصور مین وہ مزہ آتا ہے جو
امراء کو پلاؤ قورمہ مین بھی میسر نہین۔ اصلی چیز یہ جو لذت کی اُنکے پاس ہے وہ تو یہ ہے۔ چوتھے بھوک کا
مزہ ہے۔ اُن کا معمول ہے کہ جس روز بھوک نہین لگتی اُس روز کھانا بالکل ناغہ کر دیتے ہین پھر لگتے وقت
کیسی مزہ سے کھاتے ہین امراء کے یہان یہ ہے کہ خادم نے اطلاع کی حضور کھانا تیار ہے۔ حضور نے سوچا
کہ بھوک ہے یا نہین۔ بھلا وہ بھوک ہی کیا جس کے معلوم کرنے کے لیئے مراقبہ کی حاجت پڑے کہا کچھ معلوم تو ہے
نہین خادم نے عرض کیا کچھ تو حضور کھالین (نہین تو ضعف کے مجبور نہ ہو جاینگے حضور) حضور نے صرف اس
ضرورت سے کہ معمول قضا نہو کہا اچھا لے آؤ۔ لاحول ولا قوۃ یہ بھی کوئی وظیفہ ہے کہ قضا ہونے نہ پاوے۔ پانچوین یہ
لذت ہے کہ مثل امراء کے اُنکا یہ معمول نہین کہ متعدد کھانے کھائے جاوین جو ایک کھانے مین مزہ ہوتا ہے وہ متعدد
کھانون مین کہان متعدد کھانے کھانا اصول طب کے بھی تو خلاف ہے۔ موجز مین ہے وکثرۃ الالوان محیر
للطبیعۃ۔ کئی چیزین اگر کھائی جاوین تو معدہ اچھی طرح ہضم نہین کرتا کیونکہ طبیعت متحیر ہوجاتی ہے اور طبیعت بعد
کھانے کے تو متحیر ہوتی ہی ہوگی کھانے سے پہلے بھی اسطرح متحیر ہوتی ہے کہ اسکو کھاؤن یا اسکو پھر آدھی بھوک اسمین سے
کھایا آدھی بھوک اسمین سے پھر تیسری چیز نے کہا کہ مجھے بھی کھاؤ۔ آدھی ہی بھوک کی قدر اسمین سے بھی کھا لیا۔
غرض ڈیڑھ بھوک کھا گئے۔ پیٹ ہی یار پڑ کہ بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ آخر مین ریڑ پڑی کہین نمک سلیمانی کھا رہے
ہین کہین چورن پھانک رہے ہین۔ ارے اتنا کھایا ہی کیون تھا۔ ایسے بد مذاق لوگ بھی موجود ہین۔ کانپور مین
ایک صاحب نے میری دعوت کی جسمین اُنھون نے بجائے روٹیون کے پراٹھے پکوانے چاہے مین نے کہا مین پراٹھا نہین
کھا سکتا کیونکہ مجھے ہضم نہین ہوتا تو ایک اور صاحب کیا فرماتے ہین کہ کیون ہضم نہین ہوتا معدہ کا علاج کرنا چاہیئے
ہضم کرنا چاہیئے۔ مین نے کہا سبحان اللہ کوئی مین اپنا علاج کرون گا تمھارے پراٹھے کھانے کیلئے تو وہ